۷

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ه

روضۃ الرضاء

حسب الارشاد

حضور پرنور امیر الصابرین، سید الشاکرین، قطب الاولیاء شاہ و مولٰینا حضرت محمد عبد الشکور ادام اللہ اجلالہ علٰی روس الطالبین

من تصنیف لطیف

ابو القاسم سیف الکلام حضرت سید میر محمد احمد صدیق صاحب فائق لکھنوی ثم الاجمیری قادری چشتی۔ ابو العلائی شکوری مدظلہم العالی

ناشر: میر بک ڈپو لکھنؤ

ابتدا کرتا ہوں میں اس جہان آفرین کے نام سے جو خلاق دو عالم ہے۔ اور سب تعریفیں اسی کی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے واسطے ہیں۔ زاں بعد درود وسلام اس کے برگزیدہ حبیبؐ و محبوبؐ کی بارگاہ عرش پائیگاہ میں ہدیتاً پیش کرتا ہوں۔ جن کی خدمت اقدس میں حضرت جبریلؑ آمین اللہ تبارک وتعالےٰ کا سلام، نیز ہدایت کا پیام لانے کا شرف و سرفرازی حاصل فرماتے تھے۔ اربابِ بصیرت سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ اس صانعِ بیچوں نے موجوداتِ عالم کو ہر سہ طبقات پر مشتمل بنایا ہے۔ یعنی جمادات، نباتات، حیوانات۔ اس سے میرا مقصد کچھ فلسفۂ فطرت بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر نے بہ اعتبارِ تخلیق کے ایک شئے کو دوسری شئے پر کس طرح بزرگی و برتری عطاء فرمائی ہے۔ طبقاتِ مرقومہ بالا میں سے طبقۂ سومؔ یعنی حیوانات کی اللہ تعالےٰ نے دو اقسام پیدا فرمائی ہیں۔ جن میں سے پہلی مطلق دُوسری ناطق۔ حیوانات جمع ہے حیوان کی جس کے معنیٰ ہیں۔ ذی رُوح یعنی زندہ۔ زندگی رکھنے والا۔ جاندار، تو پہلی شق جو مطلق کی ہے۔ اس کے ماتحت وہ تمام جانور درندے چرندے پرندے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ آ جاتے ہیں۔ اب دوسری شق جو حیوان ناطق کی ہے۔ یعنی جاندار۔ مگر بولنے والا

کلام کرنے والا ہے اس کا اطلاق خصوصاً حضرت انسان پر ہوتا ہے۔ جو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے اس میں کافر مومن کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ سب آدمی ہیں۔ اب حاصل کلام کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جمادات پر شرف عطا فرمایا۔ نباتات کو نباتات پر شرف عطا فرمایا چونکہ حیوانات کی شق اوّل پر شرف بخشا ہے۔ شق دوم کیا انسان عدم؟ ۔ باعتبار آدمیت کے کافر و مومن میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے کافر پر شرف و بزرگی مرحمت فرمائی ہے مومن کو یعنی ایمان والوں کو ۔ بموجب فرمان باری تعالےٰ

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ترجمہ:۔

اگر تم مسلمان ہو تو کائنات میں تمہارا ہی مرتبہ بلند ہوگا ۔ ثابت ہے۔ اب میں اپنے اصل موضوع پر آتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید و فرقان حمید میں اپنے دوستوں یعنی اولیائے اللہ کی مختصر جامع و مانع تعریف اس آیت پاک میں بیان فرمائی ہے۔ آیت مبارک:۔

اِلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ تحقیق کہ جو افراد صحیح معنوں میں اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں۔ ان کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ان کے لئے کوئی رنج و ملال ہے۔ وہ ایمان رکھتے ہیں

اللہ اور اس کے رسول پر اور تقوٰے کرتے ہیں۔ یعنی
ہر بری بات سے جو اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے۔
پرہیزگاری کرتے ہیں۔ اور ہر وہ عمل خیر کرتے ہیں۔ جس
سے خداوند تعالےٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ تو ایسی
ہستیاں۔ جن کی زندگی خدائے تعالےٰ کی خوشنودی حاصل
کرنے میں وقف ہوتی ہے۔ خود بھی نیکی اور ہدایت کی راہ
پر چلتے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی رشد و ہدایت کے
ذریعہ اسی صراط المستقیم پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں جس
سے خود ان کی ذوات قدسی صفات بھی فیوض و برکات الٰہی
کا منبع اور چشمہ ہوتی ہیں۔ اور عوام بندگان خدا کو
بھی ان سے فیض و برکت پہنچتے ہیں۔ نکاتِ طریقت پر
روشنی ڈالنا مجھ جیسے بے بضاعت انسان کا کام نہیں ہے۔
اور نہ سطورِ زیرِ نظر میں اس موضوع پر بحث کرنی ہے۔
کتاب الموسومہ بہ "روضۃ الرضاؒ" کی ایک ایسی ہی جلیل القدر
ہستی کی منقبت میں جن کی بزرگی کی تعریف و تفضیل کما حقہ
ادا کرنا تو کیا جبکہ اُس مقدس و بزرگ ہستی کو پہچاننے
کی بھی ہم اپنی چشم بصیرت میں توفیق نہیں پاتے ہیں۔
تاہم وابستگان دامن رحمت نے فرطِ عقیدت میں جو کچھ
لکھا ہے وہ قطع نظر اس سے کہ ایک بلند پایہ ادبی شاہکار ہے

جس پر شاعرانہ نقطۂ نگاہ سے کچھ کہا جاتا لیکن منقبت ہونے کے سبب سے اس کا معیار ادبیت سے بالا تر ہو کر اسرارِ معرفت اور رموزِ حقیقت کی بلندیوں پر پہنچ گیا ہے۔

گلہائے عقیدت

جہاں میں مظہرِ اوصافِ رب العالمین آیا
فرازِ عرشِ حق سے برسرِ فرشِ زمین آیا
بحمد اللہ والمنتہ کہ وہ لمحہ قرین آیا
سپہرِ معرفت پر جلوۂ نورِ یقین آیا
کہ اس عالم میں اسرارِ الٰہی کا امین آیا

وہ آئے بزمِ امکانات کے مسند نشیں ہو کر
کریں گے رہنمائی رہبرِ راہِ یقیں ہو کر
منور محفلِ عرفاں رہے گی شمعِ دیں ہو کر
رہے گی کشورِ تسلیم بھی زیرِ نگیں ہو کر
وہ اقلیمِ رضا کا صاحبِ تاج و نگیں آیا

فضائیں قدس کی انوار سے معمور ہوتی ہیں
افق سے کفر کی سب ظلمتیں کافور ہوتی ہیں
جو ایجادات ہیں وہ نور سے پُر نور ہوتی ہیں

خلائق میں یہی باتیں قریب و دُور ہوتی ہیں
رئیس الطالبین آیا رئیس السالکین آیا!

بہارِ تازہ کی آمد ہوئی گلزارِ عرفان میں
بھرے ہیں صدق کے موتی جواہرِ گل کے داماں میں
اثر الفقر فخری کا ہوا سرو خراماں میں
عنادل بھی نواسنج حقیقت ہیں گلستاں میں
صدا یہ ہے رضاء الاولین و آخرین آیا!

جہاں میں مظہر شانِ نبی شانِ خدا آئے
جہاں میں منزلِ راہِ ہُدیٰ کے راہنما آئے
جہاں میں قبلۂ دین کعبۂ اہلِ صفاء آئے
غرض اہلِ رضا میں حضرت شاہِ رضا آئے
مبارک حضرتِ علوی امیر العارفین آیا!

تلاشِ حق

تلاشِ حق فطرتِ انسان میں اللہ جلّ شانہٗ نے ضرور ودیعت فرمائی ہے۔ بہر حال اس تجسس کو زندگانی عطا فرمانے والی ہستیاں اس دنیائے امکان میں جلوہ افروز ہوتی رہی ہیں۔ اور تا قیامِ قیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ مخلوق

کی حاجت روائی ، آفت زدوں کی مشکلکشائی ۔ گرے پڑوں کی دستگیری ۔ بیماروں کی شفایابی اور اسی قسم کے بہت سے عنوانات کرامات اولیائے اللہ سے منسوب کئے جاتے رہے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کچھ ان کے خلوص اور حق رسی کا بیّن ثبوت ہے۔

بڑی کرامت ایک صاحبِ کرامت کی یہ ہے ۔ کہ بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم پر قائم کرنا ۔ سکونِ قلب صبر کی تعلیم ، حق کی تلقین عطا فرما کر مومن کامل بنا دینا اور اس آیت کے مطابق نفس کی اصلاح اور درستی کی کوشش کرنا ۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے ۔

یا ایھا النفس المطمئنۃ ۝ لا ترجی الی ربکِ راضیۃ المرضیہ

یہ ہے وہ کارِ نبوت کہ جو اولیائے کاملین کے واسطے سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے ۔ اور ان میں ہی مکمل مقدس ہستیوں کے حق میں سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۔ حدیث شریف :-

"عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ"

کیونکہ یہی جماعت صحیح معنوں میں صحابۂ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلی رہی ہے ۔ اور شانِ صحابہ

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی کیا شان عالی ہے۔ کہ سبحان اللہ سبحان اللہ جن کے واسطے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے۔ حدیث شریف:۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ ترجمہ یہ ہے۔ کہ میرے اصحابی مثل ستارے کے ہیں۔ ان کی اقتدا تمہارے واسطے ہدایت ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ ان کی اتباع اصل میں اتباع رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع خالص ہدایت ہے۔ یہ اتباع ہر فرد مومن پر واجب ہے۔ اور نسلاً بعد نسلاً عہد بعہد منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اس کو اتباع یا نسبت انتقالی کہہ سکتے ہیں۔ اتبہ آج تک بیعت کے نام سے تمام عالم میں جاری ہے۔

لہذا ایسی ہی تقدس مآب ہستیوں میں سے ایک مقدس ہستی سراج السالکین سلطان العارفین۔ ضیاء العارفین۔ رضاء الاولین و الآخرین حضرت شاہ محمد نبی رضاء قدس اللہ سرہ العزیز مزار پاک واقع قبرستان (صدر بازار لکھنؤ) جس نے سالکوں کو روشنی دی عشاق کو عشق حقیقی اور حقیقت عشق سے آگاہ فرمایا۔ عارفان راہ حق کو اجالا دکھایا۔ سلف کی رضاء حاصل کی اور خلق کو عطا سے سرفراز فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

فخرِ اودھ ہو آقا تم شانِ لکھنؤ ہو
شاہنشہِ ولایت سلطانِ لکھنؤ ہو

مردہ دلوں کو تم نے بخشی ہے زندگانی
تم روحِ لکھنؤ ہو تم جانِ لکھنؤ ہو

خاکِ اودھ کو بخشا اعزاز پائے بوسی
روزِ الست ہی سے ارمانِ لکھنؤ ہو

نورِ خدا سے آخر چمکا دیا اودھ کو
تم وہ شعاعِ مہرِ عرفانِ لکھنؤ ہو

عرفان کے موتیوں سے سب کے بھر گئے دامن
تم خضرِ راہ بحرِ عرفانِ لکھنؤ ہو

روزِ ازل سے بخشی حق نے وہ سرفرازی
حق ہے کہ تم ہی صدرِ ایوانِ لکھنؤ ہو

اللہ کی طرف سے انعام بن کے آئے
تم گوہرِ مرادِ دامانِ لکھنؤ ہو

کی معرفت کی دولت تقسیم لکھنؤ میں
کہتے ہیں سب امیرِ عرفانِ لکھنؤ ہو

شاہِ نبی رضا کا ہے آستان عالی
رومی اسی لئے تم قربانِ لکھنؤ ہو

شاہِ نبی رضا کا ہے آستانِ عالی
رُومیؔ اسی لئے ہم قربانِ لکھنؤ ہو

لہٰذا ابتداء اس عاجز کے کلام سے ہوتی ہے۔ فقیر کو دنیا اسی تخلص و عرفیت سے جانتی ہے۔ ایسے بہت کم افراد ہیں، جو میرے نام سے واقف ہوں۔ مجھے میر قائلؔ لکھنوی کہتے ہیں میرے کلام میں تخلص قائلؔ ہے۔ ملحوظ خاطر رہے۔

مصنف

غزل

مژدہ باد اے کشتگان حضرت شاہِ رضا
پھر نویدِ عرس لائی نکہتِ شاہِ رضا
مجھ کو موسیٰ کی طرح ہے رویتِ شاہِ رضا
خانۂ دل میں بنی ہے خلوتِ شاہ رضا
ہو رہی ہے مے کشوں پر بارشِ کیفِ سرور
جھوم کر چھایا ہے ابرِ رحمتِ شاہِ رضا
آج کل رہتا ہوں محوِ رویتِ شاہ رضا
طورِ دل میں جلوہ گر ہے صورتِ شاہ رضا
گوہرِ مقصود ملنا اب کوئی مشکل نہیں
موجزن ہے آج بحرِ الفتِ شاہ رضا
جھومتا رہتا ہوں پہروں نشۂ دیدار سے
جب بھی آتا ہے خیالِ صورتِ شاہ رضا
جب گناہوں کی طرف اٹھتا ہے پائے معصیت
روکتا ہے بڑھ کے دستِ قدرتِ شاہ رضا
ہو رہی تھیں نعمتیں تقسیم جب روزِ ازل
لینے والے لے رہے تھے بیعتِ شاہِ رضا

مری ہستی کو کیا بیگانۂ ہوش و حواس
آپ نے اپنا بنا کر حضرتِ شاہِ رضا
جس کو چاہا اک نظر میں واصلِ حق کر دیا
قدرتوں والا ہے دستِ قدرتِ شاہ رضا
رشک شاہوں کو ہوا میرا نصیبہ دیکھ کر
میرے حصہ میں جو آئی دولتِ شاہِ رضا
میں نے جس دن سے پیا جامِ مئے حُبِّ شکور
جزوِ ایماں بن گئی ہے الفت شاہ رضا
مجھ سے رضوان اپنی جنت کی حقیقت کچھ نہ پوچھ
میری نظروں میں ہے کوئے حضرتِ شاہِ رضا
دل پہ بجلی گر پڑی میں مرغِ بسمل ہو گیا
دیکھ کر قاتل جمال حضرتِ شاہ رضا
ہم نے بھی قاتل اسی کے پاؤں پہ سر رکھ دیا
جس نے کی میثاق کے دن بیعت شاہِ رضا

غزل

ذرہ ذرہ بن گیا مے خانۂ شاہِ رضا
وسعتِ کونین ہے پیمانۂ شاہِ رضا
ہیں کہاں جرعہ کشِ مے خانۂ شاہ رضا
بڑھ کے ہاتھوں ہاتھ لیں پیمانۂ شاہ رضا

۱۳

قلب و جاں ایمان و دیں ہوش و خرد جاہ و حشم
ہو چکے ہیں سب کے سب نذرانۂ شاہِ رضا

لب زباں پہ آئے گا نام رضا ہی آئے گا
اس قدر ہشیار ہے دیوانۂ شاہ رضا

گلزارِ عشق کے کانٹے بھی ہو جائیں گے پھول
گل کھلانے آ گیا دیوانۂ شاہ رضا

مل گئی بے شک اسے دولت جہاں کی مل گئی
مل گیا جس کو درِ کاشانۂ شاہ رضا

قدسیوں کو بھی تامل ہے سمجھنے کیلئے
آسمانِ خلد یا کاشانۂ شاہِ رضا

شب دیکھی درِ جنت پہ دھوکا ہو گیا
ہم یہ سمجھے ہے یہ مہمان خانۂ شاہِ رضا

اب سے ہے دردِ محبت حضرت قاتل کہاں
دل ازل سے ہو گیا نذرانۂ شاہِ رضا

غزل

دلوں میں درخشانی تنویرِ رضا ہے
چشم ماہ و خورشید میں تصویرِ رضا ہے

شاہوں کے لئے فخر ہے دعوئے گدائی
العظمۃ للہ وہ توقیرِ رضا ہے

برہم ہی رہا کرتا ہے شیرازۂ الفت
کیا پیچ و خمِ زلف گرہ گیرِ رضا ہے

آنکھوں میں لگا رکھی ہے خاکِ درِ اقدس
میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ تنویرِ رضا ہے

وہ بھی ہیں اسیر اس میں جو آزاد ہیں مطلق
یہ سلسلۂ حلقۂ زنجیرِ رضا ہے

بنیاد ہی عالم کی ہے تسلیم و رضا پر
یہ عالمِ ایجاد ہی تعمیرِ رضا ہے

حاصل اُسے پھر کیوں نہ حیاتِ ابدی ہو
قاتل جو کوئی کشتۂ شمشیرِ رضا ہے

غزل

آنکھ وہ ہے جس نے دیکھا روئے تابانِ رضا
اور دل وہ ہے کہ جس دل میں ہے ارمانِ رضا

مرحبا، صد مرحبا، دنیائے عرفان کے لئے
ابرِ رحمت بن کے آیا ظلِ دامانِ رضاء

منقبت کی عالمِ امکاں میں وسعت ہی نہیں
کیونکہ بالا ہے حدِ امکان سے امکانِ رضا

جس کی قسمت میں ہے جو لذت وہ ملتی ہے اسے
سینکڑوں دل ہیں ہدف اک ایک پیکانِ رضا

حق نے پروانوں کو دی آزادیٔ دیرو حرم
میں ازل سے ہوں اسیرِ زلفِ پیچانِ رضاء

دونوں عالم جانتے ہیں دونوں عالم ہیں گواہ ،
میں ازل سے آ چکا ہوں زیرِ دامانِ رضا

تشنہ کاموں کے لئے تسنیم کیا فردوس کیا
یہ بھی فیضانِ رضا ہے وہ بھی فیضانِ رضا

اس کو کہتے ہیں تجسس اس کو کہتے ہیں تلاش
قصر میں جنت کے نکلا جا کے مہمانِ رضاء

التجا ہے قاتلِ بے خانماں کے اے خداء
ہو محل دبیل سے پائندہ گلستانِ رضاء

غزل

اے واقفِ رازِ راہِ حق اے اسرار کے محرم شاہِ رضا
اے مرشدِ پاکاں شاہِ رضا اے رہبرِ عالم شاہِ رضا

ہو وصف تمہارا کس سے بیاں مدحت سے مری قاصر ہے زباں
اے حسنِ سراپا حسنِ قدم اے حسنِ مجسم شاہِ رضا

امداد مریدوں کی کیجیے اب ان کو سہارا دیجیے
اب ان کی خبر جلدی لیجیے ہے وقت بہت کم شاہِ رضا

ہر شمع کے کچھ پروانے ہیں ہر ساقی کے کچھ مستانے ہیں
ہم آپ ہی کے دیوانے ہیں اے نورِ مجسم شاہِ رضا

ہو گی نہ توجہ اس پہ اگر ہو جائے گی دنیا زیر و زبر
شیرازۂ عالم دم بھر میں ہو جائے گا برہم شاہِ رضا

قاتل پہ نگاہِ لطف و عطا قاتل کو صلائے جود و سخا
قاتل کے مربی شاہِ رضا قاتل کے مکرم شاہِ رضا

غزل!

رضا کی راہ میں جب مرد میدانِ رضا آیا
جبینِ شوق چیخ اٹھی وہ ایوانِ رضا آیا
تعجب ہے میں کیسے منزلِ مقصود پہ پہنچا
رہِ تسلیم ہی آئی نہ میدانِ رضا آیا
ریاضِ خلد آیا، کوثر آیا سلسبیل آئی
پھر اس سے دور کچھ چل کر گلستانِ رضا آیا
خدائی بھر میں جتنی نعمتیں تھیں آ گئیں کھنچکر
سرِ بزم مریداں جب کبھی خوانِ رضا آیا
درِ جنت پہ حوریں کھنچ کھنچا کر خود ہی آ جاتیں
کسی نے کہہ دیا ہوتا کہ مہمانِ رضا آیا
یقیں پیرِ طریقت پر بہت مشکل سے آتا ہے
خدا پر آ چکا ایماں تو ایمانِ رضا آیا!
رضا کو کیوں نہ تسلیم و رضا کا پیشوا سمجھیں!
کہ دنیا میں وہ آیا تو سبحانِ رضا آیا
خدا راضی نبیؐ راضی علیؓ راضی، ولی راضی

خدا کا شکر ہے میں زیرِ دامانِ رضا آیا

شہنشاہِ طریقت بزم میں تشریف لاتے ہیں
بچھا دو راہ میں آنکھیں کہ سلطانِ رضا آیا!

رضا کا ذکر کرتا جب چلا میں اپنے مرقد سے
ہوا اک شور محشر میں ثنا خوانِ رضا آیا

کوئی قائل کو کیا سمجھے کوئی قائل کو کیا جانے
جہاں میں ایک ہی تو مرتبہ دانِ رضا آیا

غزل

گہر نشاں ہے جو کلکِ ثنائے شاہِ رضا
کھنچا ہے منظرِ حسنِ ولائے شاہِ رضا

ملی سمک سے سما تک فضائے شاہِ رضا
ہے کائنات میں پھیلی ضیائے شاہِ رضا

بس اک نگاہ میں دونوں جہاں کی دولت دی
زہے کرامتِ جود و سخائے شاہِ رضا

مجھی سے گلشنِ جنت میں ہوگی رنگینی،
کہ میں ہوں بلبلِ رنگیں نوائے شاہِ رضا

نثار کرنے سے کون و مکاں کی آزادی
ملی اسیریٔ زلفِ رسائے شاہِ رضا

خجل ہے عظمتِ تاج و سریر سلطانی
زہے بلندیٔ شانِ گدائے شاہِ رضا

ہو خوفِ تابشِ خورشید حشر کیوں مجھ کو
کہ سر پہ سایہ کناں ہے ادائے شاہِ رضا

ہے سالکوں کے لئے مثلِ رہبرِ منزل
نشانِ راہِ ھدیٰ نقشِ پائے شاہِ رضا

رضائے مصطفوی ہے رضائے مرتضوی
رضائے مرتضوی ہے رضائے شاہِ رضا

تلاش چشمۂ حیواں نصیبِ اسکندر
مجھے نصیب ہے آبِ لقائے شاہِ رضا

نہیں ہے حسرتِ تسنیم و سلسبیل مجھے
کہ میں ہوں سرخوشِ جامِ ولائے شاہِ رضا

حیاتِ کشتۂ تیغِ ادا کا ہے ضامن
تبسمِ لبِ معجز نمائے شاہِ رضا

• حدیث طور یقیناً فسانہ ہو جائے

تجلیات جو اپنی دکھائے شاہِ رضا
نہ کیوں ہو سرمۂ چشم یقیں تعالے اللہ
کہ ہے تو خاک مگر خاک پائے شاہِ رضا
زمیں ہے وسعتِ خوانِ کرم سے شرمندہ
جہاں میں عام ہے رشد و صلائے شاہ رضاؒ
ہوا یہ حشر مجھے میرے حال پر چھوڑا
خدا نے دیکھ کے محوِ لقائے شاہِ رضا
یقیں ہے ظلمتِ غم دور ہوگی اے قاتل
شریکِ حال جو ہوگی دعائے شاہِ رضا

غزل

عنوان کر کے قائم میخانۂ رضا کا
میں کیف لکھ رہا ہوں پیمانۂ رضا کا
کافی ہے ایک ساغر میخانۂ رضا کا
دیکھے گی رنگ دنیا پیمانۂ رضا کا
شمس و قمر کی گردش ہے اک نظامِ عالم

ہر طرف کر رہے ہیں کاشانۂ رخسار کا

فرزانگی میں اس کا پھر کون ہوگا ہمسر
پڑ جائے جس پہ سایہ دیوانۂ رخسار کا

روشن ہے شمعِ محفل محفل میں روشنی ہے
اعجاز دیکھنا یہ پروانۂ رخسار کا

یہ بیخودی یہ مستی یہ حیرتِ مسلسل
چھلکا ہوا سا ساغر میخانۂ رخسار کا

کوثر کے جھمگٹے پر ہر شخص کہہ رہا ہے
یہ بھی ہے اک نمونہ خمخانۂ رخسار کا

دیوانہ جا رہا ہے جنت کے راستوں پر
انداز کوئی دیکھے دیوانۂ رخسار کا

اللہ کا کرم ہے سرکار کی عنایت
رتبہ بلند تر ہے دیوانۂ رخسار کا

قاتل کو اک زمانہ مقتول کہہ رہا ہے
یہ ہے ذبیحِ خلقِ شاہانۂ رخسار کا

غزل

ہادیِ راہِ ہدیٰ شاہ رضا
نائبِ خیرالوریٰ شاہِ رضا

قابلِ مدح و ثنا شاہ رضا
لائقِ صد مرحبا شاہِ رضا

یادگارِ مرتضیٰ شاہ رضا
رازدارِ اصفیا شاہِ رضا

میری بگڑی بنتے بنتے بن گئی
یہ کرم ہے آپ کا شاہِ رضا

اب مریضِ غم کو صحت کیوں نہ ہو
دردِ درماں بن گیا شاہِ رضا

گرمیِ محشر کا اس کو غم نہیں
زیرِ دامن جو چھپا شاہِ رضا

ہو گئی آسان ہر مشکل مری
نامِ نامی جب لیا شاہِ رضا

سب نے جانا سب نے مانا آپ کو
کون باقی رہ گیا شاہِ رضا

کون ہے جرم و خطا پر بے عتاب
کیوں درِ اقدس چھٹا شاہِ رضا

آج کیا کیا سختیاں قاتل یہ ہیں
ہے شکارِ ابتلا شاہِ رضا

غزل

بات وہ پائی ہے اللہ غنی شاہِ رضا
تم سے شرمندہ ہے شیریں سخنی شاہِ رضا

کیوں نہوں ملکِ ولایت کے ولی شاہِ رضاؔ
شان ہے آپ کی اللہ غنی شاہِ رضاء

دفعتاً حشر میں نام آگیا مرے لب پر
سچ تو یہ ہے کہ بڑی بات بنی شاہِ رضاء

ایک عالم قدموزوں پہ ہو شیفتہ کیوں
قامتِ پاک ہے سروِ چمنی شاہِ رضاء

آپ کا حصہ ازل سے مبارک ہو شہا
عالمِ قدس کی گل شاہِ رضاء

پنکھڑی پھول کی ہو، پھول ہو یا شاخِ سمن
سب میں ہے آپ کی نازکبدنی شاہِ رضاء

آکے پہنچا کوئی کتنا ہی ہراساں ہوکر،
آپ نے کی نہ کبھی دل شکنی شاہِ رضاء

کیوں نہ دنیا میں رہے تذکرۂ خلقِ عظیم
خلق ہے خلقِ رسولِ مدنی شاہِ رضاء

جنکو دعویٰ ہو ہدایت کے بیاں کرنے کا،
سیکھ لیں آپ سے شیریں سخنی شاہِ رضاؔ

اپنے سر امّتِ عاصی کی بلائیں لے لیں

پائی ہے دولت حلم حسنی شاہِ رضا
قرض اور فرض نے قائل کو نہ چھوڑا دم بھر
دل میں چبھتی رہی یہ تیر شاہ رضاؔ

غزل

ذرہ پرور آفتابِ چشت یا شاہ رضا
آسمانِ صبر و تسلیم و رضا شاہ رضا

ہو خدا والے خدا ہے آپ کا شاہِ رضا
خاندانِ چشت کے ہو ناخدا شاہِ رضا

یہ گدا اور وصف لکھے آپ کا شاہِ رضاؔ
آپ ہیں شاہ رضا شاہ رضا شاہ رضا

آپ دریائے کرم ابرِ سخا شاہِ رضا
جوش پر ہے آپ کا بحرِ عطا شاہِ رضا

خوشہ چینِ باغِ سنجر کی ہوا چلنے لگی
اور مقدر سے گلِ تازہ کھلا شاہِ رضاؔ

ساقیانِ بادۂ وحدت کا جب آیا ہے ذکر

ہجومِ کربِ دل نے کہا شاہِ رضاؒ
دور ہو جائے سیہ بختی بلا سر سے ٹلے
دیکھ لوں اک دن اگر زلفِ رسا شاہِ رضاؒ

منزلِ مقصد پہ جا پہنچوں شروعِ عشق ہے
راہ مجھ کو دیجئے ایسی بتا شاہِ رضاؒ

آپ وہ ہیں آپ کے پلّے پہ ہیں ہندالولی
پھر نہ کیوں آپ کا چاہا ہوا شاہِ رضاؒ

ہے شہنشاہوں کے شاہنشاہ کا در اور ہیں
کون سنتا ہے میری آہ و بکا شاہِ رضاؒ

شکر ہے پروردگارِ دو جہاں کا شکر ہے
صبر ہے اللہ نے جو کچھ دیا شاہِ رضاؒ

آپ سے پوشیدہ کیا ہے جو بتاؤں آپ کو
آپ پہ روشن ہے سارا ماجرا شاہِ رضاؒ

ناامیدی کو ہوئی ہے یاس ہجران سے امید
کھینچ لائی آپ کی چوکھٹ پہ یا شاہِ رضاؒ

آپ کے فضل و کرم سے مشکلیں حل ہوں مری
لوگ کہتے ہیں کہ ہیں مشکلکشا شاہِ رضاؒ

قائلِ خستہ کی حالت رحم کے قابل ہے آج
کیجئے اس شخص کے حق میں دعا رشاہِ رضاء

غزل

ہیں جہاں میں کعبۂ اہلِ صفا رشاہ رضاء
قبلہ گاہ و قبلۂ قبلہ نما رشاہِ رضاء

آپ کا ابرِ کرم ابرِ سخا شاہِ رضاء !
رحمتیں ہی رحمتیں برسا گیا شاہِ رضاء

مضطرب ہو کر کسی نے جب کہا شاہِ رضاء
کھل گیا بابِ اجابت اس پہ یا شاہِ رضاؒ

میری حسرت کے لئے میری تمنا کے لئے
وادیٔ ایمن ہے روضہ آپ کا شاہِ رضاء

آپ کا نقشِ کفِ پا ہے صراطِ مستقیم
رہگذر ہے آپ کی راہِ ھدیٰ شاہِ رضاؒ

آپ کی الفت میں حاصل جب ہوئی مجھ کو فنا
کی عطا حق نے مجھے شانِ بقا رشاہِ رضاء

یہ تصرف آپ کے ذکرِ فضیلت بار کا !

دیکھتا ہوں ہر طرف نورِ ضیاءِ شاہِ رضاء

کیا فروغِ مہر و مہ آئے نگاہوں میں مری
دہر میں ہر سمت میں جلوہ نماشاہِ رضاء

وقتِ خدمت کیوں نہ ہو قائل کو پاسِ احترام
ہیں رضا الاولین اولیاء شاہِ رضاء

معیارِ مناقب

ازجناب صاحبزادہ قائل صاحب میر محمد رضا رالانبیا صاحب رضوی

غزل

دیر سے در پہ کھڑا ہوں حضرتِ شاہِ رضار
اب تو ہو کوئی اشارہ رحمتِ شاہِ رضار

دیکھ کر مرقد میں یوں مجھکو فرشتوں نے کہا،
ہے یقیناً دل میں تیرے الفتِ شاہِ رضار

دستگیری آپ فرماتے ہیں ہر لاچار کی !
حق کی ہے تائید بیشک رحمتِ شاہِ رضار

چرخ پر ہو جس طرح بارانِ رحمت کی گھٹا
اس طرح چھائی ہوئی ہے رحمتِ شاہِ رضار

حشر کے دن یہ کرم اللہ اکبر دیکھیے !
ڈھونڈتی پھرتی ہے مجھ کو رحمتِ شاہِ رضاؒ

یہ وہ گنجینہ ہے کہ جس میں کمی ممکن نہیں !
میرے دامن میں ہے واعظ برکتِ شاہِ رضاؒ

دونوں عالم میں یہی رومی کی ہے اب آرزو
خواب میں یارب ہو مجھ کو رویتِ شاہِ رضاؒ

غزل

بیٹھے ہیں سے کے خادم جرأت شہِ رضا کی
عالم پہ چھا رہی ہے ہیبت شہِ رضا کی

یہ التجا ہے اپنی اس ربِ دوجہاں سے !
ہر وقت سامنے ہو صورت شہِ رضا کی

اللہ کا کرم ہے مرشد کی مہربانی،
میں دل میں پا رہا ہوں الفت شہِ رضا کی

یہ آرزو ہے دل میں یہ آرزو ہے دل کی
یارب مجھے دکھا دے صورت شہِ رضا کی

محشر میں جبکہ رومی کوئی نہ ہو کسی کا !
کام آئے گی ہمارے نسبت شہِ رضا کی

غزل

بحرِ غم ہے اور مخالف ہے ہوا شاہِ رضا
اب طلاطم میں سفینہ ہے مرا شاہِ رضا

لے گیا ساغر کوئی اور لے گیا ہے خم کوئی
ہے مری قسمت میں سنگِ میکدہ شاہِ رضا

اب کہاں ہے احتیاجِ لطف و ارمانِ نشاط
میں ہوں اور دنیائے تسلیم و رضا شاہِ رضا

لے چلیں بد مستیاں پرکیف عالم کی طرف
مے کدے کا ساغر ہے تمہاری ہر ادا شاہِ رضا

پیروی نقشِ قدم کی کاوش حاصل ہو مجھے
آپ سے رومی کی ہے یہ التجا شاہِ رضا

غزل

بڑی ادا سے تصور میں آئے شاہِ رضا
گذر کے آنکھوں سے دل میں سمائے شاہِ رضا

کسی نے رنج و مصیبت میں جب بھی یاد کیا
پہنچے بدد وہیں تشریف لائے شاہِ رضاء !

تصرفات کی دنیا میں دیکھتا ہوں میں !
نگاہِ شوق ہے محوِ لقائے شاہِ رضاء

شہِ رضاء کا میں دیتا ہوں واسطہ تجھ کو
میری مراد ہو پوری خدائے شاہِ رضاء

میں ایک آرزو اک عرض لے کے آیا ہوں
قبول کیجئے اس کو برائے شاہِ رضاء

یہ تاجدار مدینہ کا حکم نافذ ہے !
کہ خستہ حالوں کو جاکر اٹھائے شاہِ رضاء

امید وارِ کرم لو لگائے بیٹھے ہیں !
ادھر بھی دستِ سخاوت بڑھائے شاہِ رضاؒ

اب آئے بھی تو وہ کس منہ سے سامنے آئے
نسیم دیکھ چکی ہے عطائے شاہِ رضاء

ستر برس ہوا ہوں رہے کرم رومی
یہ فخر ہے کہ ہوں مدحت سرائے شاہِ رضاؒ

غزل

جس کے دل میں بھی تمہاری یاد ہے شاہِ رضاؒ
فی الحقیقت دل وہی آباد ہے شاہِ رضاؒ

جو اسیرِ حلقۂ گیسو ہوا ہے آپ کا!
وہ غمِ کونین سے آزاد ہے شاہِ رضاؒ

اب تو دنیا میں فقط باقی ہے اک جانِ حزیں
چرخ کی بیداد سی بیداد ہے شاہِ رضاؒ

انقلاباتِ چمن کی یہ کرشمہ سازیاں!
اب قفس ہے دام ہے۔ صیاد ہے شاہِ رضاؒ

طاعتِ حق اطاعتِ بندہ ہوتی ہے نصیب
دونوں عالم کی یہی بنیاد ہے شاہِ رضاؒ

تھی رضائے حق میں پنہاں فطرتِ کون و مکاں
سارا عالم عالمِ ایجاد ہے شاہِ رضاؒ

رومیؔ خستہ کی اب شاہا مدد فرمایئے
آپ سے فریاد ہے فریاد ہے شاہِ رضاؒ

غزل

از جناب محمد فضل حسین افضل

راحت و غم جو بھی ہو مجھ کو عطا ء شاہِ رضاؐ
میں بہر صورت ہوں راضی بارضا شاہِ رضا

راہِ الفت میں ہمیں کیوں خضر کی حاجت بھے
دو جہاں میں ہیں ہمارے رہنما شاہِ رضا

لاکھ موجوں میں طلاطم ہو بپا طوفاں بھی ہو
ہیں مری کشتی کے اے دل ناخدا شاہِ رضا

آپ کے لطف وکرم سے طے ہوئی منزل مری
گو بہت دشوار تھی راہ وفا شاہِ رضا

ہے مرے حصہ میں دولت آپکے دیدار کی
میں نہیں شیدا ئے حسنِ ماسوی شاہ رضا

میری آنکھوں میں تجلی رخ پر نور ہے۔
ہیں تصور میں مرے جلوہ نما شاہِ رضا

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو خوش نصیبی ہر میں
ہے یہ افضل آپکے در کا گدا شاہِ رضا

غزل

از جناب حافظ عزیز احمد صاحب رازی ٹونکی تلمیذ حضرت عرشی اجمیری

میرا ہمدم ہے خیالِ حضرت شاہِ رضا
سُن رہا ہوں میں مقالِ حضرت شاہِ رضا

روز و شب چشم تصور سے پڑھا کرتا ہوں میں
مصحف نورِ جمالِ حضرت شاہِ رضاء

جلوہ فرما ہو خدارا خانۂ دل میں میرے
اے جمالِ بے مثالِ حضرت شاہ رضاء

کس طرف لے جا رہا ہے مجھکو اے بار الٰہ
شوقِ دیدِ جمالِ حضرت شاہِ رضاء

بیخودی میں اس لئے ہے بند میری چشمِ شوق
ہے تصور میں جمالِ حضرتِ شاہ رضاء

ہے خدا شاہد میں اے رازی ازل کے دن سے ہوں
طالب لطف وصال حضرتِ شاہِ رضاء

غزل

از جناب محبوب رضا صاحب محبوب نصیر آبادی

ہے یہ تدبیر وصالِ حضرت شاہ رضاؔ
دل میں پیدا کر خیالِ حضرت شاہ رضاؔ

میں نکر ہوں مجھ خیال حضرت شاہ رضاؔ
مجھکو حاصل ہے وصالِ حضرت شاہِ رضاؔ

نور کی لہریں بھری رگ رگ میں جاں میں بھی گئیں
اے نسیم لطفِ خیالِ حضرت شاہ رضاء

پھر گیا آنکھوں کے آگے منظرِ طور کلیم
دیکھ کر نقد جمالِ حضرت شاہِ رضاء

کچھ مرقد میں فرشتوں کو دکھانے کے لئے　　لے چلا دل میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضاء

نازہے محبوبؔ اس بے چارگیٔ بخت پر
میرا مونس ہے خیالِ حضرتِ شاہِ رضاء

غزل

از جناب حضرت مولانا سید احمد مختار صاحب مختارؔ قنوجی

دل ہوا محوِ خیالِ حضرتِ شاہِ رضاء　　ہے لگا ہوں میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

دل مرا معمورۂ انوارِ ربی ہو گیا　　ہے یہ فیضانِ کمالِ حضرتِ شاہِ رضا

حسن صورت حسن سیرت بے عدیل و بے مثال　　یافت سے خارج مثالِ حضرتِ شاہِ رضا

جان و دل قربان اے مختارؔ بر رسمے شکور
دین و ایمان بر جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

غزل

از جناب فیاض محمد صاحب فیاضؔ کانپوری

دیکھ حسنِ بے مثالِ حضرتِ شاہِ رضاء
ہے منور خال خالِ حضرتِ شاہِ رضاء

ایسی صورت تو نے اے چشمِ فلک دیکھی نہیں
کیوں نہ ہو شوقِ جمالِ حضرتِ شاہِ رضاء

ہوں سمائیں میری نظروں میں زمانے کے حسین
ہے نگاہوں میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضاء

اپنے بندوں کو خدائی بھر کا آقا کر دیا!
کوئی دیکھے تو کمالِ حضرتِ شاہِ رضاء

کر کے قرباں دین والیاں جان و دل صبر و قرار
بن گیا ہوں میں بلالِ حضرتِ شاہِ رضاء

شاہ کے افضال و کرم کی کیجیے کیوں کر ثناء
ہیں گدا پرور خصالِ حضرتِ شاہِ رضاء

ہے میری نظروں میں اے خیاص آقا کا جمال
ہے خیال آرا خیالِ حضرتِ شاہِ رضاء

غزل

از جناب عارف حسین صاحب عارفؔ بیادری

نگ لایا ذوقِ جمالِ حضرتِ شاہِ رضاءؒ — ہو گیا حق سے وصالِ حضرتِ شاہِ رضاءؒ
گئی جس پر نظر عرفانِ حق حاصل ہوا — ہے عجیب شانِ کمالِ حضرتِ شاہِ رضاء

ہم غلامانِ رضا، ہر چیز سے ہیں بے نیاز — ہم کو کافی ہے خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

کب درِ دولت سے خالی ہاتھ جاتا ہے کوئی — عام ہے فیضِ نوالِ حضرتِ شاہِ رضا

اپنی قسمت پر مجھے ہے ناز کیوں نہ عارف کہوں

عارفِ نورِ جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

غزل

(از جناب شیخ محمد داؤد صاحب داؤد نصیر آبادی)

نورِ خالق ہے جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

ہے وصالِ حق وصالِ حضرتِ شاہِ رضا

شمع ہے پروانہ شرح گل فدائے حسن ہے

آئینہ محوِ جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

روز و شب اب دل کے آئینہ میں آتا ہے نظر

عکسِ روئے بے مثالِ حضرتِ شاہِ رضا

دل کے آئینہ میں ہے تصویر ان کے حسن کی

ہے نگاہوں میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

بے سبب ہر گز نہیں داؤد بے تابیٔ دل

ہے مجھے شوقِ وصالِ حضرتِ شاہِ رضا

غزل

از جناب بشیر احمد صاحب نیازی تلمیذ حضرت عزتی اجمیری

مجھ کو الفت نے بنا کر بے نیازِ زندگی
کر دیا محوِ جمالِ حضرتِ شاہ رضاء

مجھکو دنیا کی ہوس کیوں ہو کہ مجھ کو مل گئی
دولتِ نورِ جمالِ حضرتِ شاہ رضاء

ساری دنیا سے نظر پھیرے ہوئے بیٹھا ہوں میں
ہے نگاہوں میں جمالِ حضرتِ شاہ رضاء

دُور کر کے قلب سے نقشِ خیالِ ماسوائے
دیکھتے ہیں ہم جمالِ حضرتِ شاہ رضاء

اے نیازی یہ دعاء آٹھوں پہر کرتا ہوں میں
جلد ہو یارب وصالِ حضرتِ شاہ رضاء

غزل

از جناب صاحبزادہ محمد عبدالستار صاحب مخدوم دربار عالیہ نصیرآباد

اس کو حاصل ہے وصالِ حضرتِ شاہ رضاء
جو کہ ہے محوِ خیالِ حضرتِ شاہ رضاء

ہستیٔ موہوم پر اک کیف رنگین چھا گیا؛
جب کبھی آیا خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

کامیاب آرزو دنیا کو کرنے کے لئے؛
ہے پھلا پھولا نہالِ حضرتِ شاہِ رضا

ساری دنیا ہے اسی خوانِ کرم سے فیضیاب
عام ہے فیضِ نوالِ حضرتِ شاہِ رضا

قبر کی تنہائیوں کا مجھکو کوئی غم نہیں
ہے مرا ہمدم خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

سینکڑوں مردہ دلوں کو پل میں زندہ کردیا
ہے یہ اک ادنیٰ کمالِ حضرتِ شاہِ رضا

ان کی یکتائی میں جس منکر کو ہو اے تیغ شک
ڈھونڈ لائے وہ مثالِ حضرتِ شاہِ رضا

غزل

(جناب مولانا نور محمد صاحب نقی رنفیہ آبادی)

ہے نگاہوں میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضا
اور دل میں ہے خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

آنکھ میں نورِ جمالِ حضرتِ شاہِ رضا
کان میں دقعت مقالِ حضرتِ شاہِ رضا

بندۂ ناچیز کو بندوں کا آقا کر دیا
دیکھ اے زاہد کمالِ حضرتِ شاہِ رضا

یہ تمنا ہے مرا مونس مرا ہمدم رہے
ہر گھڑی ہر دم خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

جاگزیں ہیں گوشے گوشے میں دلِ صدچاک کے
آرزو ہائے وصالِ حضرتِ شاہِ رضا

منکروں کو شاہ نے دو باتوں میں اپنا کر لیا
اے زہے شانِ مقالِ حضرتِ شاہِ رضا

نور ہر ذرہ میں ہے نورِ محمد کا ظہور
شانِ احمد ہے جمالِ حضرتِ شاہِ رضا

غزل

از جناب نور محمد صاحب نوری اجمیری

آنکھ میں ہر دم جمالِ حضرتِ شاہِ رضا
دل میں ہر لحظہ خیالِ حضرتِ شاہِ رضا

سرنگوں ہیں اہلِ دنیا دم بخود ہیں اہلِ دیں۔
دیکھ کر جاہ و جلالِ حضرت شاہِ رضاؔ

آج فیضانِ کرم ہے شاہ عبدالحیؒ کا
ہے بہاروں پر نہالِ حضرت شاہِ رضاؔ

حشر تک زندہ رہے گا نامِ نامی آپ کا
ہے وہ فیضِ لازوالِ حضرت شاہِ رضاؔ

الورؔیٰ فیضِ محبت سے نظر آنے لگا
ذرہ ذرہ میں جمالِ حضرت شاہِ رضاؔ

غزل

از جناب خواجہ سید اکبر حسین صاحب اجمیری

کیوں نہ پھر مثلِ کنول سینہ مرا کھلتا رہے
دل ہے فانوسِ خیالِ حضرتِ شاہِ رضاؔ

شیخ کو کعبہ مبارک برہمن کو بتکدہ
ہم تو ہیں مستِ خیالِ حضرتِ شاہِ رضاؔ

آنکھ والے دیکھتے ہیں جلوۂ شانِ ظہور
ہے ہر اک شے میں جمالِ حضرتِ شاہِ رضاؔ

پھر نہ ہوتے شیخ صاحب عاشقوں سے بدگماں
دیکھ پاتے گر جمالِ حضرتِ شاہ رضاؒ
مجھ کو ہو تاریکیٔ مرقد کی اکبر فکر کیوں
ہے مکیں دل میں خیالِ حضرتِ شاہ رضاؒ

غزل

(از جناب صوفی محمد حسین صاحب صوفی بیامی)

ہے نگاہوں میں جمالِ حضرتِ شاہ رضاؒ
کیوں نہ ہو شوقِ وصالِ حضرتِ شاہ رضاؒ
بعد مردن بھی نہ میں تنہا رہوں گا قبر میں
ہمنشیں ہو گا خیالِ حضرتِ شاہ رضاؒ
ہے عیاں تاریکیٔ مرقد میں نورِ صبحِ عید
جلوہ فرما ہے خیالِ حضرتِ شاہ رضاؒ
کیوں نہ کر دوں لاکھ جانیں اپنے مرشد پہ نثار
کر دیا مجھ کو بلال حضرتِ شاہ رضاؒ
دولت دنیا تو کیا الله ان کو مل گیا

ہوگیا ان کو وصالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

باغِ عرفاں آپ ہی کے فیض سے شاداب ہے
سبز ہے ہر نونہالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

نور ہے سر تا بپا اک نور کی تصویر ہے
قد و قامت خط و خالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

ہو گیا ہے قسمتِ دنیا و دیں سے بے نیاز
موتیِ مست قوالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

غزل

(از جناب سید مہدی حسن صاحب مہدی)

کیا کوئی لائے مثالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ
ہے ہر اک محوِ خیالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

ہو طلب جس کو تجلیاتِ رحمانی کی وہ
دیکھ لے آ کر جمالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

ہر مصیبت سر سے ٹل جائے ہر اک رنجور کی
دل سے جب کر لے خیالِ حضرتِ شاہِ رضاؒ

قبر میں چمکے گی جب بولے رضا مہدی حسن

غزل

(از جناب حفیظ الدین صاحب حفیظؔ نصیر آبادی)

کوئی پھیلا رہا ہے نور کی اپنے ضیا دل میں
کسی کا داغِ الفت ہے کہ روشن ہے دیا دل میں

ازل سے لے کے آیا ہوں میں ایسا آئینہ دل میں
کہ رہتا ہے کوئی آٹھوں پہر جلوہ نما دل میں

جمالِ چہرۂ مہر پرور کی پھیلا دو ضیا دل میں
خدا کا نور بھر دو حضرتِ شاہِ رضا دل میں

کسی کی یاد بھی کیا یاد ہے صلِّ علیٰ دل میں
کہ جس نے ڈال دی دردِ محبت کی بنا دل میں

مرا دل اس سے پہلے مرکزِ افکارِ دنیا تھا
بھرے تم نے محبت کے مزے جانِ رضا دل میں

میں قرباں اس کے جس نے درد میں بھی اک مزا بخشا
میں صدقے اس کے جس نے درد پیدا کر دیا دل میں

مجھے ہستی کے ہر ذرہ میں اک جلوہ نظر آیا
نہیں معلوم ان آنکھوں نے کیا کیا بھر دیا دل میں

بصیرت عشق نے بخشی ہے مرے دل کی آنکھوں کو
کہ تجھ سے دُور رہ کر بھی تجھے دیکھا کیا دل میں

تمہارے عشق نے مجھ کو خدا سے کر دیا واصل
تمہارے فیض سے ایمان کا دریا بہا دل میں

حفیظ اللہ شاہد ہے ازل کے دن سے رکھتا ہوں
جمالِ شیخ آنکھوں میں تمنائے رضا دل میں

غزل

(از جناب محمد فیاض صاحب فیاض کانپوری)

یہی ارمان ہے دل میں یہی ہے مدعا دل میں
رہے ہر دم تمہاری یاد یا شاہ رضا دل میں

تمہیں ہو دستگیرِ دین و دنیا اے شہِ عالم
تمہیں رہتے ہو ہر دم ہر گھڑی جلوہ نما دل میں

تصور ہر گھڑی آنکھوں میں گر ہے شیخ انور کا
تو ہر لحظہ وظیفہ ہے تمہارے نام کا دل میں

بہت دن ہو گئے اب تو بلا لو آستانہ پر
یہی حسرت ہے اب فیاض کی جان رضا دل میں

غزل

(از حضرت مولانا احمد مختار صاحب مختار قنوجی)

جو پائی فنا کر کے خیالِ ماسوائے دل میں
نہ اب ارماں نہ حسرت ہے نہ کوئی مدعا دل میں

بحمد اللہ مرا مقصود مقصودِ ملائک ہے
زہے قسمت کہ رکھتا ہوں تمنائے رضا دل میں

چھپا رکھا ہے یوں دل کو زمانے کی نگاہوں سے
کہ ہے جلوہ فگن اک پیکرِ شرم و حیا دل میں

دل و جاں تم پہ صدقے ایسی رحمت مجھ پہ فرمائی
کہ تم نے گنجِ عرفانِ الٰہی بھر دیا دل میں

تری خاکِ کفِ پا سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
اثر سے جس کے کیا جانے نظر آتا ہے کیا دل میں

کہاں باقی ہے وہ مختار جو مختار پہلے تھا
کہ اب مختار کا مختار ہے جلوہ نما دل میں

غزل

از جناب داؤد علی صاحب داؤد دلنصیر آبادی

کسی کے روئے روشن کا تصور جم گیا دل میں
شعاعِ آفتابِ حسن کی پھیلی ضیا، دل میں

بری ہستی کے ہر ذرہ کو کر دے نور سے روشن
تجلیٔ شیخِ احمدؐ عطا کر دے خدا دل میں !!
انہیں قربِ رضا سے دولتِ کونین حاصل ہے
جو رکھتے ہیں خیالِ حضرتِ شاہِ رضا دل میں
قضا سر پر کھڑی ہے ہوش کر دو دو ورفتہ
بتوں کو چھوڑ کر مردِ خدا یادِ خدا دل میں

غزل

از جناب مولانا عبد الستار صاحب تیغ سکندر آبادی

یہی ہے آرزو دل میں یہی ہے مدعا دل میں
تمہارا ذکر ہو دل میں تمہارا مشغلہ دل میں

غرض من تو شدم تو من شدی کا کھنچ گیا نقشہ
نہیں باقی رہا مطلق خیالِ ماسوائے دل میں

رگِ جاں نغمہ زن ہے صبح پر کک جلوہ دری ہے
تری آنکھوں نے کیا کیف پیدا کر دیا دل میں

بہت دل کو حسینوں کی نگاہوں سے بچایا تھا
مگر گھر کر گئی ہے تیغ اک تیغِ ادا دل میں

غزل

(از مولانا نور محمدؐ صاحب نور لکھنیسر آبادی)

ترے فرمان بھر دے وہ مئے ذوقِ آشنا دل میں

کہ ساقی نورِ وحدت صاف ہو جلوہ نما دل میں
ی حضرت کی الفت مرحبا صد مرحبا دل میں
ہوا جلوہ فگن نورِ خدا اعلیٰ علے دل میں :
وا رکھے ہے کیا فیض و تصرف میرے ساقی کا
خدائی بھر کا سارا کیف لاکر بھر دیا دل میں !
ئی ہے دل کی ہستی آشنائے لذتِ الفت
تمہارے عشق نے جس روز سے ڈالی بنا دل میں
ا کی شان تو دیکھو یہ شانِ پردہ داری ہے
کہ وہ میری نگاہوں سے چھپا بیٹھا رہا دل میں !
کیوں صدقے کروں جاں نورؔ اُس ساقیٔ وحدت پہ
ہے جس کے فیض سے نورِ خدا جلوہ نما دل میں
مئے حُبِّ شکوری نورؔ جب سے تم نے پی لی ہے
اسی دن سے ہوا جلوہ فگن نورِ رضا دل میں :

غزل

از جناب محمد یار خاں صاحب قدسیؔ ٹونکی

وں کیا تمہیں کیا ہے مرے درد آشنا دل میں
ں روئے جاناں ہے بہ شکلِ مدعا دل میں :

دکھا کر اک جھلک تم چھپ گئے میں ہو گیا بسمل
تمہارا ناوکِ الفت کھٹکتا رہ گیا دل میں

وصالِ یار سے دنیائے دل ویراں نہ ہو جائے
نکلنے پر تلا ہے حسرتوں کا قافلہ دل میں

خوشا بختے کہ میں طالب ہوں اک اللہ والے کا
زہے قسمت کہ رکھتا ہوں تمنائے رضا دل میں

مقدر میرا یاور ہے مقدس میری ہستی ہے
میں قسمت کا سکندر ہوں کہ ہے یادِ رضا دل میں

ہمارا قلب آئینہ صفت جلووں کا حامل ہے
نظر آتا ہے عکسِ صورتِ شاہ رضا دل میں

فدا قدسی ہیں ساقی کی نگاہِ نور افشاں پر
ملا کر آنکھ جس نے بھر دیا نورِ خدا دل میں

غزل

از جناب حافظ عزیز احمد صاحب نیازی۔ ٹونکی!

عجب سامانِ تسکیں ہے مرے درد آشنا دلمیں
زہے قسمت کہ رکھتا ہوں تمنائے رضا دلمیں

دلِ بیتاب دم بھر چین لینے ہی نہیں دیتا
اثر ان کی محبت کا کچھ ایسا ہو گیا دل میں،

اٹھا جب سے حجابِ حضرتِ شاہ رضا دلمیں
نظر آنے لگا نورِ خدا جلوہ نما دل میں،

خدا کا شکر یوں پھیلی محبت کی ضیا دلمیں
کہ تو ہی تو نظر آنے لگا حق آشنا دلمیں

کھلا رازِ حقیقت آپکے ملنے سے اے مرشد
نظر آیا جمالِ مصطفٰے نورِ خدا دل میں

نیازی ان کی شانِ بے نیازی کی قسم دیکر
کہو ان سے کہ آبیٹھو کبھی بہرِ خدا دلمیں

غزل

از مولانا نور محمد صاحب نور نصیر آبادی

کھنچی جب سے شبیہ حضرت شاہ رضا دلمیں
اسی دن سے ہے پیدا جلوۂ شانِ رضا دلمیں

تصور کی بدولت ہو گئے آباد دونوں گھر
جمالِ یار آنکھوں میں خیالِ دلربا دلمیں

نظر میں جلوۂ رخ سر میں سودائے محبت ہے
زباں پر نامِ اقدس اور ہے جوشِ ولا دلمیں

نگاہِ مست ساقی میں خدا جانے ہے کیا جادو
کہ ملتے ہی نظر نورِ حقیقت بھر دیا دل میں

خبر بھی ہے تجھے اے چھپنے والے چشمِ عاشق سے
تصور کی بدولت ترا نقشہ بن گیا دل میں

بہ سمتِ لکھنؤ آقا کے روضہ کی زیارت کو
گئے سب ہمنشیں اے نور تو سوچا کیا دلمیں

غزل

از جناب بشیر احمد صاحب رازی - ٹونکی

بحمد اللہ نہیں باقی خیال ماسوی دلمیں
مٹا کر غیر کی ہستی تجھے قائم کیا دل میں

خیال دلربا جانِ تمنا بن گیا دل میں ؛
کھبا آنکھوں میں رگ رگ میں سمایا بس گیا دلمیں

ابھی سرسبز ہو دم بھر میں باغِ آرزو میرا
اگر برسے گھٹائے رحمتِ شاہِ رضا دلمیں

مرے آئینۂ دل کو وہ بخشی ہے جلا تم نے
نظر آنے لگا عکسِ جمالِ کبریا دل میں

اثر پیدا کیا آخر ہمارے جذبِ صادق نے
کھنچا چشمِ تصور میں سراپا آپکا دل میں

جنوں انگیزیوں نے کر دیا عالم سے بیگانہ
تمہاری یاد کا رہتا ہے اب تو مشغلہ دل میں

سُن اے رازی اگر خود کو کسی قابل بنانا ہے
مٹا کر اپنی ہستی کو کسی کا گھر بنا دل میں

غزل

ازجناب محبوب میاں صاحب محبوب نصیر آبادی

کسی کے مصحفِ رُخ کا تصور جب کیا دل میں
تو اس کا حسن ابرِ نور بن کر چھا گیا دل میں

عطا کر چشم ساقی آج ایسا حوصلہ دل میں
زباں پر نام ہو تیرا کہوں صلِّ علیٰ دلمیں

مکیف کر دیا تم نے سراپا میری ہستی کو
ملا نے ہی نظر کیا جانے کیا کچھ بھر دیا دلمیں

تو شاہِ حُسن ہے مقصودِ دل ہے جانِ عالم ہے
وفا سمجھے تجھے اہلِ وفا اور رکھ لیا دلمیں

خبر لے اے مسیحا اپنے بیمارِ محبت کی!
کیا پیدا تیری فرقت نے دردِ لا دوا دلمیں

تجلّی ریز ہے اب ذرہ ذرہ میری ہستی کا
کیا ہے کس نے روشن اپنی الفت کا دیا دلمیں

کوئی صاحب جمال اب اپنی آنکھوں میں نہیں جچتا
کسی کے حسن کا انداز ایسا کھپ گیا دلمیں

لگا ئیگا پتہ کیا شیخ میرے دین و ایماں کا!
جمالِ یار آنکھوں میں ہے اور یادِ خدا دل میں

غرض شانِ محمد مصطفےٰ شانِ رضا میں کارفرما ہے
رضا کے عشق نے پیدا کیا نورِ خدا دل میں

یہ الطاف و کرم محبوب پر ہے پیر و مرشد کا
کہ پیدا ہو گیا عشقِ محمد مصطفےٰ دل میں

غزل

از جناب محمد حسین صاحب صوفی بیاوری

نہ خواہش عیشِ دنیا کی نہ کھٹکا حشر کا دِل میں
نہ ہے قسمت کہ رکھتا ہوں تمنائے رضا دلمیں۔

درِ شاہِ رضا پر اپنا سر رکھ کر کہے جاؤں
یہی حسرت یہی ارماں یہی ہے مدعا دل میں

تمہیں مشکل سے پایا ہے بڑی مشکل سے پایا ہے
چھپا کر کیوں نہ رکھوں تمکو اے جانِ رضا دلمیں

بڑے خوش بخت ہیں جو آ گئے دنیائے رحمت میں
وہ بدقسمت ہیں جو رکھتے نہیں حبِّ رضا دلمیں

کسی کی یاد ہی صوفی عبادت ہے ریاضت ہے
کسی کی یاد ہی کرتی ہے ایماں کی جلا دل میں

غزل

از جناب سید مہدی حسن صاحب مہدی

یہی تفسیر ہے والیل کی والفجر کی زاہد!
کہ مضمونِ محبت خوشخطی سے چھپ گیا دل میں

عجب بزمِ جہاں آرا ہے نورِ کبریائی ہے
لئے پھرتے ہیں نذری داخلے کی التجا دل میں

مرے مرشد کو اے مہدی حسن اندر سی قدرت ہے
اگر چاہیں تو بھر دیں نورِ وحدت کی ضیا دل میں

قطعہ

از جناب منشی حفیظ الدین صاحب حفیظ نصیر آبادی

نبی آئے ہدایت کو تقاضا تھا یہ فطرت کا
رہے گا تا ابد جاری یونہی دریا ہدایت کا
نبوت کار فرما رہتی ہے شانِ ولایت میں
کہ اب بعدِ نبوت دور دورہ ہے ولایت کا

غزل

دل حبیب سے مبتلائے ولائے رضا ہوا،
جو کام پھر ہوا وہ برائے رضا ہوا،

دستِ سخائے حضرتِ شاہ شکور سے
مجھکو نصیب گنج عطائے رضا ہوا

ذکرِ خدا ہے اصل میں اہلِ خدا کا ذکر
اس واسطے میں محوِ ثنائے رضا ہوا

مجھ کو ہوئیں نصیب عجیب سربلندیاں
سایہ فگن جو ظلِ ہمائے رضا ہوا

مجھکو رضا خدا کی میسر ہوئی حفیظ
جس روز سے میں وقفِ رضائے رضا ہوا

غزل

از جناب محبوب میاں صاحب محبوب نصیر آبادی

اب کیا کہوں نگار کے مقاموں کی ارتقاء
ہستی مٹا کے میں جو فنائے رضا ہوا

وہ سرخروئے خلق ہے محشر میں سر فراز
جو جان اور دل سے فدائے رضا ہوا!

اللہ رے نصیب زہے قسمتِ بلند
میں بے لباط اور فدائے رضا ہوا

محبوب سربلند رہے دونوں جہاں میں وہ
جو خاک ذرۂ کفِ پائے رضا ہوا

غزل

از جناب آثم اجمیری

باقی رہا وہی جو فنائے رضا ہوا
جنت اسے ملی جو فدائے رضا ہوا

سب آفتوں سے چھوٹ کے وہ حق سے ملگیا
جو جان و دل سے وقفِ رضائے رضا ہوا

اب کیا نظر میں اُنکی سمائے گا گلستاں
جو مست بوئے زلفِ دوتائے رضا ہوا

اللہ کے کرم سے ملی عمرِ خضر اسے
دنیا کو چھوڑ کر جو فدائے رضا ہوا

آتشؔ خوشی ہے عرض کرو تم بھی اپنا حال،
ہاں منکشف وہ باب عطائے رضا ہوا

غزل

از جناب منشی عظیم اللہ صاحب عظیمؔ نصیر آبادی

ہر لمحہ مجھ کو عشق لقائے رضا ہوا
ہر سانس میرا وقف ثنائے رضا ہوا

پیدا ہوئی جہاں میں رضا میرے واسطے
پیدا میں اس جہان میں برائے رضا ہوا

شاہانِ وقت دیکھتے ہیں مجھکو رشک سے
قسمت سے میں جہاں میں گدائے رضا ہوا

سب کام میرے بن گئے دنیا و دین کے
تیرا کرم جو مجھ پہ دعائے رضا ہوا

شعر و سخن میں آگئی اک طرفہ تازگی
جب تو عظیمؔ مدح سرائے رضا ہوا

غزل

از صاحبزادہ صاحب حضرت مولانا عبد الستار صاحب تیغ

جب جلوہ ریز مہرِ ولائے رضا ہوا
ہر ایک ذرہ وقفِ ثنائے رضا ہوا

جس نے ہر اک غلام کو آقا بنا دیا!
ایسا جہاں میں کون سوائے رضا ہوا

جلووں نے جیدوں میں نئی جان ڈالدی
بیگانۂ حواس فدائے رضا ہوا

دنیا کی الجھنوں سے مجھے مل گئی نجات
جب سے اسیرِ زلفِ دوتائے رضا ہوا

ہم پلہ اس کے قیصر و کسریٰ نہ ہو سکے!
قسمت سے جو کوئی بھی گدائے رضا ہوا

اے تیغ مجھ کو خواہشِ شاہنشہی ہو کیوں
یہ فخر کم نہیں کہ گدائے رضا ہوا!

غزل

از جناب قدسی ٹونکی تلمیذ حضرت عرشی - اجمیری

دنیا میں ایسا جوش ولائے رضا ہوا
عالم اسیر زلف دوتائے رضا ہوا

سر سرفراز ہے جو فدائے رضا ہوا
دل ہے وہی جو وقف رضائے رضا ہوا

ناقص ہے جسکو آپ کی طاعت سے گریز
کامل ہے وہ جو وقف رضائے رضا ہوا

مجھکو خود اپنے دل سے محبت سی ہوگئی
جب سے کہ دل میں ذوق ولائے رضا ہوا

پھیلی جہاں میں روشنی مہر معرفت
ضو بخش جبکہ نور ضیائے رضا ہوا

سیراب تشنگان محبت کے دل ہوئے
جب فیض بار ابر سخائے رضا ہوا

حاصل مجھے یہ اوج ہے قدسی کہ میرا دل
حلقہ بگوش زلف دوتائے رضا ہوا

غزل

از جناب شبیر احمد صاحب رازیؔ

وہ سر بلند ہے جو فدائے رضا رہا
دل ہے وہی جو وقفِ رضائے رضا رہا
اس کو نصیب ہو گئی معراجِ معرفت
جو دل شہیدِ تیغ ادائے رضا رہا!
توقیر ان کی درگہِ خالق میں بڑھ گئی
جو بے نیاز خلق و فدائے رضا رہا
کم ہے مجھے ہو جتنا مقدر پہ اپنے ناز
رازیؔ میں رازدارِ رضائے رضا رہا

غزل

از جناب خواجہ اکبر حسین صاحب اکبرؔ اجمیری نبیرۂ حضرت غریب نواز

جس روز سے دل اپنا فدائے رضا رہا
طالب کسی کا پھر نہ سوائے رضا رہا
اٹھا حجاب جلوے نظر آئے برملا

مداح جبکہ بحوشائے رضا ہوا

زخموں کی لذتوں کو اسی دل سے پوچھئے

بسمل جو کوئی تیغ ادائے رضا ہوا

اکبر یہ خوش نصیبی ہوئی ہے کسے نصیب

صدشکر میں ہوا تو فدائے رضا ہوا

غزل

از جناب منشی حفیظ الدین صاحب حفیظ۔ نصیر آبادی

حسرتوں کو پھر ترقی دیں کسی کی یاد میں!

آؤ اک بستی بسائیں پھر دلِ برباد میں

دل ہوا اکسیر مٹ مٹ کر کسی کی یاد میں

یہ خزانہ ہم نے پایا ہے نصیر آباد میں

ہمنشیں واللہ رو رو کر کسی کی یاد میں

قصر موتی کے بناتا ہوں دلِ برباد میں

کیوں نہ میری شکل پر ہو تیری صورت کا گماں

حسن کی ضو باریاں ہیں عشق کی بنیاد میں

کیوں نہ امیدِ تمنا شکلِ پروانہ بنیں!

شمع ساں روشن رہے جب دل کسی کی یاد میں
جس کی یکتائی کی خوشبو سے مہک اٹھی فضا
کھل رہا ہے وہ گلِ وحدت نصیر آباد میں

اک نگاہِ لطف ہو جائے غریبی پر مری !
اس تمنا پر پڑا ہوں محفلِ جواّد میں
میرا دامانِ تمنا کیوں رہے خالی حفیظ
لٹ رہی ہے دین کی دولت نصیر آباد میں

غزل

ازجناب محبوب میاں صاحب محبوب نصیر آبادی

اب مثالِ آئینہ ہے دل کسی کی یاد میں !
روشنی ہی روشنی ہے خانۂ برباد میں
یا خدا اتنا اثر دے نالۂ وفریاد میں
وہ کسی دن مہماں ہوں خانۂ برباد میں
آپ کا قد خوبصورت آپکا قامت حسیں
راستی ہی راستی ہے سرو اور شمشاد میں
چشم گریاں سینہ بریاں چاک داماں دل تپاں

پیکرِ غم بن گیا ہوں میں کسی کی یاد میں
کیا کہوں کس سے کہوں محبوب اپنی داستاں
حسرتیں لاکھوں ہزاروں غم دلِ برباد میں

غزل

از جناب سعد اللہ خاں صاحب اجمیری

ڈھونڈتا پھرتا تھا جس کو گلشنِ ایجاد میں
مل گیا وہ مدعا مجھ کو نصیر آباد میں
میں بھٹکتا ہوں رہِ عرفاں میں جلدی لو خبر
دیر کیا ہے حضرتِ شاہِ رضا امداد میں
میں ازل سے دیکھتا ہوں سازو بازِ مرگ و زلیست
موت میری فکر میں ہے میں تمہاری یاد میں
میں جو چاہوں تو تہ و بالا ہو دنیا کا نظام
خبر ہے اتنا اثر تو ہے مری فریاد میں
تم ہو سعد اللہ کے آقا اور سعد اللہ غلام
اس کی خواہش ہے کہ دم نکلے تمہاری یاد میں

غزل

از جناب حافظ عبدالعزیز صاحب نیازیؔ ٹونکی

کون ہے جلوہ فگن اس ہستیٔ برباد میں
کھنچ کے نقشہ رہ گیا کس کا دلِ ناشاد میں

کیا دکھائیں شورشِ رنگِ طبیعت کا اثر
یاد بھی آئے کوئی مضموں کسی کی یاد میں

ایک مضموں ہو تو کہہ دوں اے مرے مطلوبِ جاں
سینکڑوں ہیں حسرتیں میرے دلِ برباد میں

ایک بھی ارماں نہ تھا دیدار سے پہلے مگر
سینکڑوں ہیں حسرتیں اب اس دلِ ناشاد میں

رحم کر حالِ نیازیؔ پر ذرا اے بے خودی!
یوں کوئی بیٹھا رہے کب تک کسی کی یاد میں

غزل

از جناب بشیر احمد صاحب رازیؔ

ہیں کہ ہوں محروم عشرت عالمِ ایجاد میں   تم مسرت بن کے آ بیٹھو دلِ ناشاد میں

ڈ کا خطہ بنایا حضرت شاہ شکور   جب سے تم نے چھاؤ چھائی نصیر آباد میں

آہ رازی حد سے گذرا عالمِ وارفتگی!

اپنی ہستی بھول بیٹھا میں کسی کی یاد میں

غزل

از جناب قدسی صاحب ٹونکی

اب تو آ بہرِ خدا اس کے دلِ برباد میں
زندگی برباد کر دی جس نے تیری یاد میں

چہرۂ پُر نور دکھلا دے خدا کے واسطے
گھٹ رہی ہیں حسرتیں کنجِ دلِ برباد میں

آپ نے پیدا کیا یا درد خود پیدا ہوا
اب بہر صورت وہ قائم ہے دلِ برباد میں

کر دیا اپنے سے بیگانہ جنونِ عشق نے
خود فراموشی ہوئی حاصل تمہاری یاد میں

سرخیٔ افسانۂ غم کیجئے کیونکر رقم
خون ہی باقی نہیں اب تو دلِ برباد میں

درد میں تسکین اے قدسی بھلا ہو کس طرح
جور کا انداز ہے لطفِ ستم ایجاد میں

غزل

از جناب صاحبزادہ صاحب اجازت مولانا عبدالستار صاحب تیغ

شاد رہتا ہوں ہمیشہ پنجۂ صیاد میں
ہیں عجب بے باکیاں مضمر دلِ آزاد میں

جذبۂ وارفتگانِ عشق میں کیا درد ہے
گنبدِ چرخِ بریں لرزاں ہو اک فریاد میں

اس کے ذرے کہکشانِ آسماں بن جائینگے
تیری الفت ہے نہاں خاکِ دلِ برباد میں

میری رگ رگ میں نشاطِ مے طرب انگیز ہے
کیف کیسا میکدہ کیسا کسی کی یاد میں

میں ہوں اک مجبورِ الفت میری حسرت ہے یہی
کچھ کمی آنے نہ پائے جورِ بیداد میں

جس طرف دیکھا صفیں الٹیں قیامت ہو گئی
کیسے فتنے ہیں نہاں چشمِ ستم ایجاد میں

ان کے اندازِ جفا کچھ رہ گئے ہیں خال خال
صرف صورت کھنچ گئی ہے اس دلِ برباد میں
میرے دل سے سب خیالِ ماسوی جاتا رہا
محو ایسا ہو رہا ہوں میں کسی کی یاد میں؛
تا ابد قائم رہے یہ چشمۂ فیضِ رضاء
جس سے ہم سیراب ہوتے ہیں نصیر آباد میں،
شاد ہو جاؤ کہ اب وقتِ شہادت آگیا
تیغ دیکھو تیغ ہے دستِ ستم ایجاد میں

غزل

حضرت مولانا میر محمد احمد صدیق صاحب قاتل لکھنوی مصنف روضۃ الرضاؔ

دشت غیر آباد ہیں اور گلشن آباد ہیں؛
تم بہر صورت عیاں ہو عالمِ ایجاد میں
اللہ اللہ کیف کتنا ہے تمہاری یاد میں؛
آج نغموں کی سی لذت ہے میری فریاد میں
موجزن ہر وقت ہے رگ رگ میں اک طوفانِ درد
کس قدر گنجائشِ غم ہے دلِ ناشاد میں

ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ مرا تکیہ کلام؛
آشیانہ ہو میرا کیوں پنجۂ صیاد میں؛

تم سلامت ہو تو اس میں ہے بہارِ جاوداں
خاک کیوں اڑنے لگی میرے دلِ برباد میں

مجھ سے اب کیوں ہو رہا ہے دین و ایماں کا سوال
میں تو سب کچھ بھول بیٹھا ہوں تمہاری یاد میں

حسرتِ کیف و کرم ان کی نظر سے کیا کروں
میں ابھی کھویا ہوا ہوں لذتِ بیداد میں

حاکمِ ملکِ ولا ہیں حضرتِ شاہ شکور
بارشِ نصرت ہے اے قاتل نصیر آباد میں

غزل

از جناب سید غلام محمد نبی صاحب آفی اجمیری۔ خادم روضۂ غریب نوازؒ

وہ اثر یارب عطا فرما مری فریاد میں
غوث الاعظم ابنو بلوالیں مجھے بغداد میں

دم مرا نکلے تو یارب اس طرح نکلے کبھی
ماتمِ شاہ شہیداں ہو غمِ سجاد میں،

آ گئے میری مدد کو مثلِ تائیدِ خدا ؛
شاہ کو میں نے پکارا جب کبھی افتاد میں

الفتِ اللہ و پیغمبر سے ہے دن رات کام
میں نبی کی یاد میں ہوں میں خدا کی یاد میں

التجا رزاقیؔ ناچیز کی اب ہو قبول ؛
میرے خواجہؒ دیر کیا ہے آپ کی امداد میں

غزل

از جناب شہاب الدین صاحب عرف کلو میاں غازیؔ ۔ اجمیری

اس قدر روتا رہا ہوں میں گلوں کی یاد میں
لطفِ گلشن آ چلا ہے خانۂ صیاد میں

جب مری جانب سے وہ دامن بچا کر چل دیئے
ہاتھ ملتی رہ گئی حسرت دلِ ناشاد میں

صنعتیں اللہ کی جھلک ہم دیکھتے ہیں حسن میں
کیسے کیسے گل کھلے ہیں گلشنِ ایجاد میں

آرزو خون گشتہ دردِ مستقل ہجرِ طویل
کس قدر گنجائشِ غم ہے دلِ برباد میں

اشتیاقِ دید داغِ عشق اور تصویرِ یار،
ایک بستی بس رہی ہے اس دلِ ناشاد میں
لب ہلا کر تو ہی کچھ کہہ دے ذرا تصویرِ دوست
صبر کی طاقت نہیں اب غازیؔ ناشاد میں

غزل

از جناب منشی حفیظ الدین صاحب حفیظؔ - نصیر آبادی

سراپا شوق بن کر دل میں ارمانِ رضا آیا
نظر کے سامنے جس وقت یہ جانِ رضا آیا
بڑھا دل بھی سراپا شوق بن کر پیشوائی کو
نظر کے سامنے جب جلوۂ شانِ رضا آیا
نصیر آباد میں تشریف لائے جب مرے آقا؛
سراپا بن کے رحمت ابرِ فیضانِ رضا آیا
جو خورشیدِ قیامت سے ہوں خائف ان سے کہہ دیجئے
سروں پر ظلِّ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا
حفاظت سے رکھا، خونِ جگر سے مہمانی کی؛
ہمارے خانۂ دل میں جو پیکانِ رضا آیا

تمازت سے جو خورشیدِ قیامت کی ہیں گھبرایا
تو سر پر ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا
ہوا اک شور سا برپا یہ دیوانوں کی محفل میں
حفیظِ پیشوا، دربانِ ایوانِ رضا آیا

غزل

از جناب مولانا محشرؔ صاحب بہاری

تمنا کی طرح جب دل میں پیکانِ رضا آیا
دلِ حسرت زدہ مرہونِ احسانِ رضا آیا
مٹائی کفر کی ظلمت ضیا نے نورِ عرفاں سے
نصیر آباد میں جب ماہِ تابانِ رضا آیا
ازل سے حق تعالےٰ نے بنایا ہے امیں مجھکو
میں لیکر عالمِ امکاں میں ارمانِ رضا آیا
ترے آغوشِ رحمت میں کشش ہے رحمتِ عالم
کہاں سے تیرا بندہ کھچ کے اے جانِ رضا آیا
میں اب سمجھا ترے در پر ہجومِ عاشقاں کیوں ہے
زمانہ دیکھنے کو جلوۂ شانِ رضا آیا

مقدر کی رسائی ہے یہ ہے سرکار کی رحمت
سگِ دربار عالی محشر شستہ زبان آیا؛

غزل

از جناب منشی عبد الصمد صاحب تسلیم

درِ جنت پہ شور اٹھا کہ مہمانِ رضا آیا
رضائے حق سے آیا لیکے فیضانِ رضا آیا

بجز اک جلوہ وحدت نہ کچھ باقی رہا دل میں
عجب کیفِ یگانہ لے کے عرفانِ رضا آیا

کہاں وہ مظہرِ وحدت کہاں مجھ سا سیہ باطن
خدا کی دین تھی جو دل میں ارمانِ رضا آیا

یہاں کیا ذکر واعظ! گرمیٔ خورشیدِ محشر کا؛
وہ دوزخ سے بچا جو زیرِ دامانِ رضا آیا

خدا رکھے سلامت تجھکو ساقی رہتی دنیا تک
کہ تیرے دور میں پھر دورِ عرفانِ رضا آیا

جہانِ معرفت میں سینکڑوں تارے نکل آئے
سرِ آفاق تو جو ماہِ تابانِ رضا آیا

لیا رحمت نے بڑھ کر خود اسے آغوشِ رحمت میں
سرِ محشر جو کوئی چاک دامانِ رضا آیا

عجب انداز تھا محشر میں سب کی کھل گئیں آنکھیں
نظر اس شان سے کچھ جلوۂ شانِ رضا آیا

ہے جس سے نام تسلیم و رضا کا اس زمانے میں
نظر لاکھوں میں تو وہ مردِ میدانِ رضا آیا

رہا محفوظ ساری عمر وہ دنیا کے پھندوں سے
ترے پھندے میں جو لے زلفِ پیچانِ رضا آیا

مری فردِ عمل تسلیم جب آئی قیامت میں
سرنامہ جو نام آیا بعنوانِ رضا آیا

غزل

از جناب سید اختر حسین صاحب اختر اکبرآبادی

مبارک میکشوں پر ابرِ فیضانِ رضا آیا
سروں پر ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا

قصورِ خلد کی سب حسرتیں کم ہو گئیں دل سے
تخیل میں مرے جس وقت ایوانِ رضا آیا

بڑھاتی جا رہی ہیں وسعتیں میدانِ محشر کی
کچھ اس افراط سے خیلِ غلامانِ رضا آیا

نظر آنے لگا فردوس کے گلزار کا منظر
مری آنکھوں کے آگے جب گلستانِ رضا آیا

وہیں اٹھنے لگیں اختر یہ نظریں اہلِ محشر کی
ملائک نے کہا جبدم وہ دربانِ رضا آیا

غزل

از جناب عارف حسین صاحب عارفؔ بیاوری

پھر عرسِ پاک کا دن اے غلامانِ رضا آیا
اک عالم آج پھر ہونے کو مہمانِ رضا آیا

نہیں رسوائیوں کا خوف اب میدانِ محشر میں
سروں پر ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا

ازل میں جب ہوئی تقسیم دولت دین و دنیا کی
مری تقدیر سے حصہ میں ارمانِ رضا آیا

نہیں ملتا کسی عاشق کے سینہ میں پتہ دل کا
بشانِ کبریائی جب سے یہ جانِ رضا آ[یا]

ازل کے دن جو جلوہ روح نے دیکھا تھا اے عارفؔ
وہی جلوہ جہاں میں صورتِ شانِ رضا آیا

غزل

از جناب سید حمید علی صاحب نسیمؔ اجمیری

تصور میں جونہی روئے درخشانِ رضا آیا
شبِ فرقت پکاری ماہِ تابانِ رضاء آیا

بحمد اللہ مرا نخلِ تمنا بار آور ہے!
برستا کھیتوں پر ابرِ بارانِ رضاء آیا

نکر تو خوف خورشیدِ قیامت اے دلِ مضطر
کہ قسمت سے ترے ہاتھوں میں دامانِ رضا آیا

چمک اٹھی نسیمؔ خوش بیاں تیری غزل واللہ
کچھ ایسے حسن سے مضمونِ دندانِ رضاء آیا

غزل

از جناب صاحبزادہ صاحب حضرت مولانا محمد عبد الستار صاحب شیخ دربار عالی

تعالی اللہ جب شوقِ قدردانِ رضا آیا
ہزاروں حسرتوں کے ساتھ مہمانِ رضا آیا

ازل سے میری فطرت میں نہاں تھا راز الفت کا
وہی اب راز بنکر دل میں ارمانِ رضا آیا

ہے گلزارِ رنگِ الفت کی ذرا نیرنگیاں دیکھو
بہارِ سجدہ بنکر کے مہمانِ رضا آیا

فزوں حد سے ہوئیں جب اضطراب انگیزیاں میری
سکونِ قلب بنکر جلوۂ شانِ رضا

ہماری مستیاں کیف مسلسل جب سے
یہاں برسانے صہبائے عرفانِ رضا

ملائک رشک کرتے ہیں حسد کرتی ہے اک دنیا
ہماری گردنوں پر بارِ احسانِ رضا

گنہگارو نہ گھبراؤ تمہیں کیا غم ہے محشر کا
سروں پر ظلِ رحمت بنکے دامانِ رضا

سکونِ مستقل اے تیغ حاصل ہے دو عالم میں
لئے پیغامِ تسکیں جب سے عرفانِ رضا آیا

غزل

از جناب صوفی محمد حسین صاحب

سیہ خانے تھے جتنے جگمگا اٹھے بیک لحظہ
نظر کے سامنے جب روئے تابانِ رضا آ

جگہ کیونکر نہ دوں دلمیں جگر میں اور آنکھوں میں
مری جانِ تمنا بن کے پیکانِ رضا

یہ مستی کی بدولت ہے یہ تیرے در کا صدقہ ہے
ترے فیض و کرم سے ہاتھ دامانِ رضا

یہی صوفی کی حسرت تھی یہی صوفی کا ارماں تھا
خدا کا شکر ہے دلمیں جو ارمانِ رضا آیا

غزل

از جناب محمد کبریا صاحب انس میرٹھی

بھی شوق لیکر آگیا دیدار کی خاطر	نہ ہے قسمت کہ میں بھی بنکے مہمانِ رضا آیا
کہتا ہے مجنوں، کوئی وحشی، کوئی دیوانہ	کوئی کہتا ہے دیکھو مستِ عرفانِ رضا آیا

توکل یا خدا ہے انس اپنی زندگانی ہے
فقط ہیں دیکھنے کو بزم میں شانِ رضا آیا

غزل

از جناب محبوب صاحب محبوب نصیر آبادی

کی رحمتوں کیساتھ فیضانِ رضا آیا	بنا جنکو ہمیں ہوں احسانِ رضا آیا
میں نور پھیلا جنکو دامانِ رضا آیا	سروں پر ظلِ رحمت بنکے دامانِ رضا آیا
اٹھے مری لوحِ جبیں میں سینکڑوں سجدے	نظر کے سامنے جب سنگِ ایوانِ رضا آیا
میں بیخودی ہی بیخودی کا دور دورہ ہے	دلوں کو مست کرنے کیفِ عرفانِ رضا آیا
روں پہ جب چشمِ کرم اللہ نے ڈالی	تو شکلِ پردۂ الطاف فیضانِ رضا آیا
طلب نہیں ہیں ہوشیاری کی تمنائیں	ہمیں بیخود بنانے جلوۂ شانِ رضا آیا
تاریکیاں معمورۂ انوارِ عرفانی	جہاں میں جب سے خورشیدِ درخشانِ رضا آیا

میسر ہو گیا لطفِ سکوں اب قلبِ مضطر کو ۔۔۔ خلش دل کی مٹانے دلمیں پیکانِ رضا آیا
قلوبِ اہلِ عرفاں روشنی سے جگمگا اٹھے ۔۔۔ ضیا پاشی کو مہرِ نورِ عرفانِ رضا آیا

اٹھانے فیض اے محبوب آئے جسکا جی چاہے
ہمیں پر منحصر کیا، عام فیضانِ رضا آیا

غزل

از جناب غزالی صاحب

دلوں کو جگمگانے نورِ عرفانِ رضا آیا ۔۔۔ سروں پر ظلِ رحمت بنکے دامانِ رضا آیا
فدا ہونیکو میرے جسم میں جانِ حزیں آئی ۔۔۔ مرے پہلو میں دل ہونیکو قربانِ رضا آیا
بنایا دستِ قدرت نے اسے گل بری قسمت سے ۔۔۔ مرے دامن میں جو خارِ بیابانِ رضا آیا
بہت کچھ بیقراری بڑھ گئی جب اہلِ عصیاں کی ۔۔۔ عطا کرنے سکونِ قلب دامانِ رضا آیا
تری قسمت کہ اللہ تو رہا محرومِ رحمت سے ۔۔۔ مری قسمت کہ میرے ہاتھ دامانِ رضا آیا
میسر ہو گئے انوارِ ربانی کے نظارے ۔۔۔ نظر کے سامنے جب منظرِ شانِ رضا آیا

خدا شاہد کوئی ارماں کوئی حسرت نہیں باقی
غزالی جب سے میرے دلمیں ارمانِ رضا آیا

غزل

مکانِ لامکاں کا جب تصور میں کھنچا نقشہ — کہا مرے تخیل نے یہ ایوانِ رضا آیا

ہے قسمت دوبارہ پھر تمہارے در رحمت سے — ملے حبِّ رضا کا دُر اے جانِ رضا آیا

فرشتے دیکھکر مجھکو درِ جنت پہ یوں بولے — اسے لینا، اسے لینا یہ مہمانِ رضا آیا

رِ جذبِ عقیدت ہے کہ فیضِ عام ہے تیرا — تصور بنکے مشکل میں جو تُو جانِ رضا آیا

بچا یئے دفترِ عصیاں بیاضِ منقبت لیکر

یہ پیشِ داورِ محشر ثناخوانِ رضاء آیا

غزل

ازجناب شاکر حسن صاحب شاکرؔ۔ بیساوری

مقام درگہہ اعلیٰ غلامی کی سند پاکر — پئے تعلیم دینِ حق تصدق شانِ رضا آیا

یع الاولیں کی لحظہ ساعت بھی رحمت ہے — کہ ان روزوں میں جو آیا وہ مہمانِ رضا آیا

ار فاتحہ خوانی دلیلِ رحمتِ حق ہے — پئے بخشش غلاموں کو یہ اعلانِ رضا آیا

یں تو آفتابِ روزِ محشر کا نہیں کھٹکا — سرِ شاکر پہ ظلِ رحمت بنکے دامانِ رضا آیا

حضورِ قبلہ مرشد تمنا ہے یہ شاکر کی

کہیں مجھکو غلامے از غلامانِ رضا آیا

غزل

از جناب سید شریف احمد صاحب برقؔ علی گڑھی

اٹھی ہے گھٹا کہہ دو یہ مستانِ رضا سے
بھر بھر کے پئیں جام وہ عرفانِ رضا سے

میں شاد ہوں اتنا غمِ پنہانِ رضا سے
بدلونگا نہ فردوس بھی ارمانِ رضا سے

اس قیدِ محبت میں تڑپتا ہی رہوں میں
پاؤں نہ رہائی کبھی زندانِ رضا سے

قربان ہیں یہ دونوں جہاں اک خوشی پر
آباد ہے دنیا مری ارمانِ رضا سے

تا عمر نہ جائیگا خمارِ مئے وحدت
پی آیا ہوں میخانۂ عرفانِ رضا سے

اسرار و معانی طریقت کے ہر اک سو
دریا ہیں رواں چشمۂ فیضانِ رضا سے

کر دوں نہ کیوں اشعار سے محفل کو معطر
یہ پھول ہیں لایا ہوں خیابانِ رضا سے

پہنچاؤں گا محشر میں غبارِ رہِ فردوس
لپٹا ہی چلا جاؤں گا دامانِ رضا سے

کیا ہی گلِ رعنا ہیں شگفتہ مرے دل میں
گلزار بنا جاتا ہوں ارمانِ رضا سے

واعظ تری دستار و عبا چھین ہی لینگے
کرنا نہ کبھی چھیڑ زمستانِ رضا سے

ایمان و دل و جان کو کیا برقؔ معطر
جھونکا کوئی آیا جو گلستانِ رضا سے

غزل

از جناب نشترؔ مقتدری سکندرآبادی

ارماں ہیں کہ آباد ہے دنیا مرے دل میں
جذبات ہیں یا موج بدریا مرے دل میں

اس شان سے ہے یار کا جلوہ مرے دل میں
ہر گوشہ ہے اک وادیٔ سینا مرے دل میں

بن جاتا ہے دل درد کی تاثیر تو دیکھو
پڑ جاتا ہے جب کوئی پھپھولا مرے دل میں

ہو جائیگا اب دردِ محبت کا مداوا
آتا ہے کوئی بن کے مسیحا مرے دل میں

اک روز مٹیگا وہ چراغِ سرِ مدفن
روشن ہے جو اک داغِ تمنا مرے دل میں

کھل جائے بھرم دل کا نہ اے سوزِ محبت
آنے کو ہے پھر تیر کسی کا مرے دل میں

دل سے تری مژگاں کا تصور نہیں جاتا
ہر وقت کھٹکتا ہے یہ کانٹا مرے دل میں

انصار مجھے زندگی و موت کا کیا غم
آباد محبت کی ہے دنیا مرے دل میں

غزل

از حضرت مولانا نور محمد صاحب نورؔ نصیرآبادی

دارین کی نعمت ملی احسانِ رضا سے
کامل ہوا ایمان مرا ایمانِ رضا سے

وابستہ ہو جاتے ہیں دامانِ رضا سے
بن جاتے ہیں سلطان وہ فیضانِ رضا سے

کیا لذتِ تسنیم سے واقف ہو وہ زاہد
محروم ہے جو بادۂ عرفانِ رضا سے

تا حشر ہے سایۂ دامانِ شکوری
ہو جاان کو تسکین ہے اک جانِ رضا سے

دنیا کی طلب ہو جسے یا دین کی خواہش
وہ بن کے گدا مانگ لے دربانِ رضا سے

لے جائیں گے فردوس میں خوش ہو کے ملائک
مانوس ہیں اس درجہ غلامانِ رضا سے

اے نور یہ ارمان ہے یوں خوب ہی چھک کر
تشنہ میں اٹھوں کیوں ایوانِ رضا سے

غزل

ازجناب بخاری صاحب مرزاپوری

دیکھو تو بخاری ذرا فیضانِ رضا سے
انوار کی بارش ہے شتابانِ رضا سے

آتی ہیں ندائیں درِ ایوانِ رضا سے
مقصد کہ گہر ملتے ہیں دامانِ رضا سے

ہیں برکتیں عقبیٰ کی بھی دنیا کی نعمت بھی
کیا بات ہے نکلی ہوئی امکانِ رضا سے

رخصت ہوئے تربت سے مری کہہ کے نکیرین
آتا ہے نظر یہ تو ثنا خوانِ رضا سے

آغوش میں رحمت نے لیا جوش میں آکر
یہ فیض ہوا ہے مجھے دربانِ رضا سے

پیمانے کی حاجت نہ صراحی کی تمنا
ہے سیر بخاری مئے عرفانِ رضا سے

غزل

از جناب منشی ظفر الزماں مختار سکندر آبادی

اب ہوش سے کیا کام ہے مستانِ رضا سے ٭ چھک جاتے ہیں میخانۂ عرفانِ رضا سے
جو حاصلِ گلزارِ جہاں میں ہے ترے نزدیک ٭ لایا ہوں وہ گل چن کے گلستانِ رضا سے
جس نے کہ مرے عشق کی دنیا ہی بدل دی ٭ سودا وہ ملا زلفِ پریشانِ رضا سے
کچھ خارِ تمنا ہے کچھ ناوکِ حسرت ٭ میں لایا تھا کانٹے جو بیابانِ رضا سے
یہ شکل میسر ہی کہاں تھی مرے دل کو ٭ سیکھا ہے یہ اندازِ گریبانِ رضا سے
کیا طور کے جلوے مری آنکھوں میں سمائیں ٭ روشن ہے یہ دل عارضِ تابانِ رضا سے

پردہ مرے عیبوں کا جو ڈھک لے سرِ محشر
کیا دور ہے مختار یہ دامانِ رضا سے

غزل

از جناب محمد حنیف صاحب سکندر آبادی

جام مئے عرفان ہو کر پیمانۂ وحدت ٭ ہر طرح کی مل جائیگی مستانِ رضا سے
ہو جس کو طلب شوق سے وہ آن کے کر لے ٭ ایمان کی تکمیل غلامانِ رضا سے
بس غیر کی امداد کا محتاج نہ ہو کبھی ٭ مل جائیگا سب کچھ درِ فیضانِ رضا سے

جیسی سی مہک لے کے حنیف جگر افگار
کیا مست ہوا ہے گلِ خندانِ رضا سے

غزل

از جناب منشی فیض محمد صاحب فیاضؔ اجمیری

لبریز ہوا دل مرے عرفانِ رضا سے
اور گوہرِ مقصود ملا جانِ رضا سے

تعلیم ہے پُر کیف تصرف بھی عیاں ہے
اک دھوم ہے عالم میں مچی شانِ رضا سے

زاہد کو پڑی پرسشِ احوال کی اپنے
بے خوف خطر میں ہوا فیضانِ رضا سے

اے پیرِ مغاں نرگسِ مخمور کا صدقہ
کر جام عطا اور بھی فیضانِ رضا سے

اللہ کرے بڑھتی رہے شوکت و عظمت
ہر سمت ہے آباد محبانِ رضا سے

الجھن ہے زمانے کی مجھے واسطہ کیا ہے
وابستہ ہے دل کاکل پیچانِ رضا سے

جنت سے مجھے دیکھ کے رضوان نے ندا دی
آنے دو اسے یہ ہے گدایانِ رضا سے

جو کچھ اسے ملنا ہے ترے در سے ملے گا
فیاضؔ کا حصہ بھی ہے فیضانِ رضا سے

غزل

از جناب سید حامد علی صاحب حامدؔ اجمیری

دریا ہے رواں فیض کا فیضانِ رضا سے
جو چاہے بھرے گا لے لوں گا میں جانِ ر...

در چھوٹ نہیں سکتا ہے دربانِ رضا سے
وابستہ مرا دامن ہے دامانِ رضا سے

ایمان کی تکمیل ہے فیضانِ رضا سے — اسلام کی تنویر ہے عرفانِ رضا سے
دل ڈوب گیا عشق میں فیضانِ رضا سے — ایمان مکمل ہوا ایمانِ رضا سے
جنکو ہے مجھے نفس کے کچھ خوف نہیں ہے — چھوٹے گا مرا ہاتھ نہ دامانِ رضا سے
ہو جن کو زمانہ میں تلاشِ گلِ امید — لیجائیں وہ آکر چمنستانِ رضا سے
ممکن ہے کہ حامد کہ تیری قسمت کو بدل دیں
امکان ہے امکان ہے امکانِ رضا سے

غزل

از جناب قاضی حافظ الدین صاحب نشتر مقتدری سکندر آبادی

سر میں ہے اک سوزشِ مستانۂ شاہِ رضا
آنکھ میں ہے مستیِ میخانۂ شاہِ رضا
دل میں ہے عشقِ رخِ جانانۂ شاہِ رضا
لب پہ ہے آٹھوں پہر افسانۂ شاہِ رضا
مجھ سے بڑھ کر کون ہے دیوانۂ شاہِ رضا
آفتابِ حشر کیا پیمانۂ شاہِ رضا
کوثر و تسنیم کیا میخانۂ شاہِ رضا
جنت الفردوس کیا کاشانۂ شاہِ رضا
دورِ گردوں لغزشِ مستانۂ شاہِ رضا

مخزنِ صد جلوہ ہے افسانۂ شاہِ رضاؔ
سنتے ہیں مستی میں ہم افسانۂ شاہِ رضاؔ
سامنے رکھے ہیں ہم نے خانۂ شاہِ رضاؔ
ہم خراباتی ہیں ہم مستانۂ شاہِ رضاؔ
دیکھتے ہیں پی کے ہم مے خانۂ شاہِ رضاؔ

بے خودی میں جلوۂ جانانۂ شاہِ رضاؔ
کیا مکدر آئینہ سے وجہ حیرت پوچھیے
کیا مہ پہ داغ سے تغیر صورت پوچھیے
مجھ سے سنئے مجھ سے رازِ حسن و الفت پوچھیے
شمع سے کیا رقصِ پروانہ کی حالت پوچھیے

یہ تو ہے محفل میں خود پروانۂ شاہِ رضاؔ
شمع سے پیدا تجلیاتِ عرفاں کا ظہور
عرش سے تا فرش ہے چھایا ہوا ہر سمت نور
اک حقیقت کا ہے منظر چشمِ حق میں لے حضور
چپہ چپہ صرف جلوہ گوشہ گوشہ رشکِ طور

مسکنِ عرفان ہے خلوت خانۂ شاہِ رضاؔ
فطرتِ خالق بچھا دیتی ہے دامانِ کرم

خارزارِ دشت بن جاتا ہے گلزارِ ارم ؟
سعیٔ پیہم کی قسم جذباتِ وحشت کی قسم
بڑھ کے راہِ عشق میں لیتی ہے خود منزل قدم
اللہ اللہ شوکتِ دیوانۂ شاہِ رضاء

بادۂ کیف آفرینِ جذباتِ دل گرمائے گی
وجد کرتی نکہتِ گلزارِ جنت آئے گی
مستیاں چھا کل میں رحمت کی گھٹا بھر لائیگی
خلد میں ہر موجِ کوثر مضطرب ہو جائے گی
حشر میں جب آئیگا مستانۂ شاہِ رضاء

وسعتیں اتنی کہ ہر ذرہ نظر میں آفتاب
بیخودی ہر وقت ایسی جیسے پی لی ہو شراب
سامنے رہتے ہیں ہردم جلوہ ہائے بیحجاب
دل بھی روشن آنکھ بھی بینا نظر ہے کامیاب
ہے کتابِ معرفت افسانۂ شاہِ رضاء

فیض پاتے ہیں اسی ساقی کے در سے خاص عام
ہے حدِ عقل و خرد سے جس کا بالا تر مقام
محتسب بھی جس کا اک خادم ہے صاحب بھی غلام

رند تو کیا زاہدِ خود بیں بھی ہو بادہ بجام
دیکھ لے گر نرگسِ مستانۂ شاہِ رضا

یہ وہ مے خانہ ہے رشکِ خلد ہے جس کی زمیں
بے خودی کے جو تمنائی ہیں آتے ہیں یہیں ؛
قطرہ قطرۂ معرفت آگیں ہے اس کا بالیقیں
ہم تو کر دیں رہن مئے ایمان بھی دل ہی نہیں
ہاتھ آئے گر کوئی پیمانۂ شاہِ رضا

ہے یہ بہتر اہلِ میخانہ رہیں مدہوش و مست
ساقیِ کوثر کے گُن گاتے رہیں بادہ پرست
منچلے بھی بزم میں پھرتے رہیں ساغر بدست
ہوش میں آنے نہ پائیں بادہ خوارانِ الست
چھیڑ اے مطرب ذرا افسانۂ شاہِ رضا

رحمتِ یثرب بھی لا کچھ برکتِ جیلاں بھی لا
قادری انوارِ چشتی گوہرِ عرفاں بھی لا
جگمگا اٹھے یہ محفل جس سے وہ ساماں بھی لا
گلشنِ جنت سے نسترن پھول لا کلیاں بھی لا
پڑھ کے دے پھر بزم میں نذرانۂ شاہِ رضا

غزل

از جناب نشترؔ صاحب سکندر آبادی

روشن ہوئیں آنکھیں رخِ تابانِ رضا سے　　دل جاگ اٹھا لطفِ فراوانِ رضا سے
جذبات بڑھے جذبۂ پنہانِ رضا سے　　کامل ہوا ایماں مرا ایمانِ رضا سے
اللہ کو پہچانا ہے عرفانِ رضا سے

سودا لیا گیسوئے پریشانِ رضا سے　　جلوے لئے حسنِ رخِ تابانِ رضا سے
بے ہوشیاں لیں دیدۂ حیرانِ رضا سے　　کامل ہے ہر رنگ وہ فیضانِ رضا سے
جو کوئی بھی نکلا ہے دبستانِ رضا سے

دیوانوں کی یہ بزم ہے وہ حوروں کا گلستاں　　محدود نہیں ان کی یہ آزادی کا میداں
مستی یہاں الفت کی وہاں عیش کا ساماں　　فردوس سے بہتر ہے مرے وحشت میں زنداں
کیوں بدلوں میں جنت کو بیابانِ رضا سے

تم تاروں کا یہ عکس سمجھے ہو تو اچھا　　تم مان لو مہتاب ضیا پاش کا جلوہ
تم کہدو اسے شمعِ درخشاں کا اجالا　　ہم نے تو سمجھا ہے یہ جانا ہے یہ دیکھا
روشن ہے یہ محفل رخِ تابانِ رضا سے

اک عشقِ حقیقی نے وہ رتبہ ہمیں بخشا　　ہر زخم ہے سینہ کا ہمارے گلِ لالہ
تسنیم کی خواہش ہے نہ کوثر کی تمنا　　زاہد تری جنت کی ہمیں کچھ نہیں پروا

سو خلد بنا لیں گے گلستانِ رضا سے

مجبوری کا انساں کو ہے جس بات کا اقرار   جس راہ میں ہو جاتا ہے گم فلسفہ بیکار
جو عقدہ ہے زاہد کیلئے عقدۂ دشوار   سالک نہیں جس راہِ حقیقت سے خبردار

وہ راز سنو بادہ گسارانِ رضا سے

ہم شام و سحر پیتے ہیں مخمور سراسر   ہر وقت چھلکتے ہیں یہاں آنکھوں میں ساغر
مستی کا ہمیں غم ہے نہ فکرِ مئے احمر   احسان لیں میخانہ کیوں ساقی کا کوثر

بھر لائیں گے مے خانۂ عرفانِ رضا سے

قطعات

از جناب دانشؔ سکندر آبادی

صاحبِ لولاک اھدنا الصراط المستقیم
مالکِ افلاک اھدنا الصراط المستقیم
دانشؔ ناچیز زادہ صدقۂ شاہِ شکور
اے خدائے پاک اھدنا الصراط المستقیم،

دیگر

تیرا طالب ترا شیدا ترا دیوانہ ہوں،
تری مخمور نگاہوں کا میں مستانہ ہوں،
پیر و مرشد مرے محبوبِ دو عالم کے حبیب،

تُو تو ہے شمع جلی میں ترا پروانہ ہوں

دیگر

زُہد و تقوے لئے پھرتے ہیں الجھنے والے
حق سے ہٹتے ہیں کہیں حق کے سمجھنے والے
نقش ہیں شاہِ شکور اور رضا کا نقشہ!
یہ نگینے ہیں اِس دل سے نکلتے والے

دیگر

محبت کا دانش عجب ماجرا ہے
محبت میں ہر بات دانش روا ہے
محبت سے میں نے پوچھا تو بولے
رضا ہی رضا تھا رضا ہی رضا ہے:

غزل

ازجناب محمود صاحب سکندرآبادی

اس زلفِ سیاہ کا ہے سراپا مرے دل میں
دیکھو تو ذرا اپنا تماشا مرے دل میں؟
دھوکہ ہے لگا ہوں سے کے لئے تارِ رگِ جاں

آواز ہی آواز ہے تنہا مرے دل میں

اس چشم کرم کا ہے اشارہ مرے دل پر
اس وقت ہے دنیائے تجلی مرے دل میں

ہر جنبشِ دل میں ہے مرے ذکر کسی کا
ہر سانس ہے پابندِ تمنا مرے دل میں

بخشی ہے عجب مستی نغمِ حسنِ ازل نے
میخانہ ہی میخانہ ہے تنہا مرے دل میں

غزل

از جناب منشی عبدالمجید صاحب غازی سکندرآبادی

کیا شان خدا کی ہے عیاں شانِ رضا سے
اک نور ہے پیدا رخِ تابانِ رضا سے

اصحاب محمدؐ تھے محمدؐ کے فدائی
یہ درس ملا ہم کو فدایانِ رضا سے

اے زاہد خود بیں تجھے کعبہ کی خبر ہے
یہ بکتیں ہاتھ آئیں گی مستانِ رضا سے

میں اور بھلا خوفِ نکیرین ارے واہ

کہدوں گا کہ ہوں خاص غلامانِ رضا سے
کیا دیکھ سکوں گا حرمِ قدس کے جلوے
مدہوش ہوں میں دیدِ محبانِ رضا سے
اس بات کے کہنے میں تکلف ہو مجھے کیوں
کامل ہوا ایمان مرا ایمانِ رضا سے
غازیؔ ہے شکوری و جہانگیری و چشتی
پھر اس پہ یہ طرّہ ہے ثناخوانِ رضا سے

غزل

از جناب قدسؔ صاحب

سرِ دل پہ ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا
خدا کا نور بن کر دل میں عرفانِ رضا آیا
جگر کو چھید کر جب دل میں پیکانِ رضا آیا
لہو بن کر مری رگ رگ میں ارمانِ رضا آیا
نصیبے کا سکندر ہوں مقدر میرا یاور ہے
کہ میں قسمت سے زیرِ ظلِ دامانِ رضا آیا
سہارا ہو گیا ہنگامِ محشر سر چھپانے کا

خدا کا شکر مرے ہاتھ دامانِ رضا آیا

کیا سیرابِ لطفِ ساقیٔ کوثر نے اے قدسی
جو کوثر پہ مجرم تشنہ کامانِ رضا آیا

غزل

از جناب حفیظ صاحب نصیر آبادی

دلوں میں عظمتِ حق ہو کے عرفانِ رضا آیا
سروں پہ ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضا آیا

زہے عزت کہ دنیا میں شفاعت کی سند پا
زہے قسمت ہمارے ہاتھ دامانِ رضا آیا

ہوئیں حد سے فزوں جب بے سر و سامانیاں میری
عطا کرنے سر و سامان سامانِ رضا آیا

مبارکباد کا غل ہو گیا برپا قیامت میں
حفیظِ بے نوا جب زیرِ دامانِ رضا آیا

غزل

از جناب مغل بیگ صاحب مغلؔ اجمیری تلمیذ حضرت مضطرؔ خیرآبادی

منور ہو گیا دل جلوۂ حسنِ الٰہی سے
تصور میں میرے جب روئے تابانِ رضاؔ آیا

جلایا سینکڑوں کو تابشِ خورشید محشر نے
وہی ٹھنڈا رہا جو زیرِ دامانِ رضاؔ آیا

کوئی اب خانۂ دل میں نہ حسرت ہے نہ ارماں ہے
گئیں سب آرزوئیں جب سے ارمانِ رضاؔ آیا

وہی ہیں پاؤں جو راہِ رضا پر ہو گئے قائم
وہی ہیں ہاتھ جن ہاتھوں میں دامانِ رضاؔ آیا

دکھائیں گرمیاں محشر میں جب خورشیدِ محشر نے
سروں پر ظلِ رحمت بن کے دامانِ رضاؔ آیا

بہت چاہا مغلؔ میں نے بھی اوصافِ رضاؔ لکھنا
سمجھ سے میری بالا رتبۂ شانِ رضاؔ آیا

غزل

از جناب شہید صاحب

اک فقط میں ہی نہیں ممنونِ انعامِ رضاؒ
مست و بیخود ہو گیا جس نے پیا جامِ رضاؒ

کیوں نہ ہو جید بھلا پھر تجھ پہ اکرامِ رضاؒ
مشرق سے تا غرب پہنچا یا پیغامِ رضاؒ

حضرت احمد علی و حضرت عبد الشکور
ایک آغازِ رضا ہیں ایک انجامِ رضاؒ

بارگاہِ لم یزل میں کیوں نہ وہ محبوب ہو
جس کے لب پر رات دن جاری رہے نامِ رضاؒ

نام لینے والے تیرے ہو گئے روشن ضمیر
مرحبا صد مرحبا اے خوبیٔ نامِ رضاؒ

واعظوں سے کہتے ہیں یوں بادہ خوارانِ شکور جام کوثر پی لیا جس نے پیا جامِ رضا
ہاتھ لیکر ہاتھ میں اللہ سے واصل کر دیا کس قدر ہے اپنے سر لطف و اکرامِ رضا

اے شہید اس نامِ نامی کی صفت کیا پوچھنا
مشکلیں حل ہو گئیں جس نے لیا نامِ رضاؒ

از جناب عارف صاحب عارف بیاوری

جتنی جی چاہے پیو مئے آج ساقی ہیں شکور
آگیا رندو مسرت خیز پیغام رضاء

ہم غلامانِ رضاء ہر چیز سے ہیں بے نیاز
دل پہ اپنے نقش ہو کر رہ گیا نامِ رضاء

رقص میں عالم نہ آجائے تو یہ ذمہ میرا
کاش پینے دے کوئی لے کر مجھے جام رضا

وہ تصور ہی میں گر آجائیں اے عارف مرے
شوق سے چوموں قدم لوں ذوق سے نام رضا

غزل

از جناب فیض اجمیری

دل مکیف ہو گیا جس نے سنا نام رضا — مست و بیخود ہو گیا جس نے پیا جام رضاء
یہ مرا ایمان ہے رٹتا ہوں میں نام رضا — اور مرا مشرب ہے یہ پیتا ہوں میں جام رضا
یک ساعت کو نہ ٹوٹے تار مستوں کا کبھی — حشر تک یا رب یونہی چلتا رہے جام رضا
مح محفل میں مری ساقی سے آنکھیں مل گئیں — اور شکوری مئے سے بھر کر پی لیا جام رضا

یہ بھی اک فیض شکوری ہے کہ آخر فیض نے
پی لیا آکر نصیر آباد میں جام رضاء

از حضرت قمرؔ - پونوی

پینے والے روز و شب پیتے رہیں جامِ رضا
حشر تک جاری رہے یہ لطف و اکرامِ رضا

ہم بھی سنکر دھوم ساقی کی چلے آئے یہاں
دیکھئے اب ہم کو کیا ملتا ہے انعامِ رضا

دونوں عالم یا خدا ان کے بنیں حلقہ بگوش
اسطرح کچھ عشق کی چل جائے صمصامِ رضا

چاہیئے انسان کو راضی رہے ہر حال میں
ہر نفس ہم کو تو یہ ملتا ہے پیغامِ رضا

ہو گئی کچھ اس طرح الفت قمرؔ کو آپ سے
دل کے ہر گوشہ پہ کندہ ہو گیا نامِ رضا

غزل

از حضرت صاحبزادہ مولنا عبدالستار صاحب تیغؔ

مست و بیخود کر دے مجھ کو صدقہ نامِ رضا — بھول جاؤں دو جہاں کو پی کے میں جا
کرتی ہے بیتاب مجھکو بیخودی دل مری — تیرے صدقے دینے والے اور دے جا
اے حریصِ دردِ الفت کیوں ہے بیتابی تجھے — آ ادھر آ محفلِ ساقی میں پی جام

میکشو دوڑو یہ ساعت کب میسر آئیگی — سج رہا ہے میکدہ ہے دور میں جام رضا
ایک تجھ پر ہی نہیں موقوف ہے وارفتگی — مست و بیخود ہو گیا جس نے پیا جام رضا
خود سے بیخود ہو گیا جاتے رہے ہوش و حواس — ہو گیا دنیا سے فارغ پی کے میں جام رضا
پیتے ہی زاہد تجھے اللہ سے واصل کرے — یہ مئے حب نبی ہے پی لے اک جام رضا

پیتے ہی اسرار معنی منکشف ہونے لگے
تیغ ہے جادو اثر ایسی مئے جام رضا

غزل

ازجناب مغل اجمیری

دیتی پھرتی ہے صبا یہ سب کو پیغام رضا — دوڑو دوڑو بٹ رہا ہے آج انعام رضا
فضل حق سے اسقدر رتبہ رضا کا بڑھ گیا — باوضو ہو ہو کے سب لینے لگے نام رضا
میں بھی اک شاہ رضا کا بندہ بے دام ہوں — میری گردن میں بھی اپنو ڈالدو دام رضا
حشر ہو جاتا کہیں گر دو سے انور دیکھتے — نام پر ہی مٹ رہے ہیں عاشق نام رضا

بادۂ جام رضا کا یہ اثر دیکھا مغل
مست و بیخود ہو گیا جس نے پیا جام رضا

غزل

از جناب غبار صاحب اجمیری

گوش بر آواز ہیں محفل میں خدامِ رضا   دیکھنا دل تھام کر کس نے لیا نامِ رضا

کہہ رہے ہیں اہلِ حق اہلِ تصوف، اہلِ دل   ہے طریقت کی زمیں کا آسماں بامِ رضا

رکھ لیا جامِ شہادت جسکا جانبازوں نے نام   اصل میں اے جانِ نثار وہ ہے وہی جامِ ر

رحمتِ خلاقِ عالم کیوں نہ ہو سایہ فگن   ہے ہر اک چھوٹے بڑے پر آج اکرامِ ر

اہلِ حق کیواسطے اہلِ شریعت کے لئے   قولِ ختم المرسلیں ہے خاص پیغامِ ر

پی پلا کر میکدہ میں بے نیازِ زندگی   مست و بیخود ہو گیا جس نے پیا جامِ ر

ہے مئے حبِ نبیؐ کا کیف دلمیں اے غبار
جامِ جم سے کس طرح بہتر نہ ہو جامِ رضا

غزل

از جناب عطار اجمیری

باعثِ تسکین اور راحت ہیں کلامِ رضا   ہر مرض کیواسطے اکسیر ہے نامِ رض

حشر کا کھٹکا نہ اب خوفِ عذابِ قبر ہے   یاد ہے دلمیں خدا کی لب پہ ہے نامِ

اپنا اپنا ہے مقدر اپنا اپنا بخت ہے،   بنگیا میرا وظیفہ رات دن نامِ

کیا عجب انکی عطا سے اے عطا لب پر مرے
نزع کے عالم میں بھی جاری رہے نامِ رضا

غزل

از جناب حافظ عزیز احمد صاحب رازی لفیر آبادی

اک زمانہ پا رہا ہے فیض بحد صبح و شام — کیا یہ کچھ کم ہے جہاں میں لطف و اکرامِ رضا
آکے تیرے میکدہ میں ساقی رنگیں ادا — مست و بیخود بنگیا جس نے پیا جامِ رضا
دیکھکر تاریکی کفر و ضلالت دہر میں — گویا خورشید ہدایت بن گیا جامِ رضا
حشر کے دن عامل اہلِ طریقت کے لئے — بہرِ بخشش کافی و شافی ہے پیغامِ رضا

حشر تک رازی اتر سکتا نہیں جسکا خمار
اسقدر پر کیف ہے میرے لئے جامِ رضا

غزل

از جناب آثم صاحب اجمیری

کیوں نہ آمنّا کہیں احکام اسکے خاص و عام — جبکہ پیغامِ خدا ہے خاص پیغامِ رضا
تجھکو اے زاہد کسی میخوار سے کیا واسطہ — میرا ایماں ہے پیا کرتا ہوں میں جامِ رضا

دردِ دل بٹتا ہے آثم روز و شب اس بزم میں
لینے والے روز لیتے ہیں یہ انعامِ رضا

غزل

از جناب محمد صدیق احمد صاحب اسلام آبادی

اپنا اس دنیا میں فضلِ احمدی دمساز ہے
وہ ہمارا ہم ہیں اسکے ہمکو اس پہ ناز ہے

انکا دامانِ کرم سر پر ہمیشہ چاہیئے
غم نہیں سارا جہاں مجھسے اگر ناساز ہے

ذکرِ فخر العارفیں ہے باعثِ تسکینِ روح
ہر گھڑی اپنے لئے ابوابِ رحمت باز ہے

آپ نے چمکایئے تیغِ نظر کو بزم میں
سر ہتھیلی پر لئے ہر عاشقِ جانباز ہے

اے جہانگیری جہاں میں میں ہی اک بسمل نہیں
سارا عالم زخمئ تیغِ نگاہِ ناز ہے!

غزل

از جناب جمیل الرحمٰن صاحب جمیلؔ سروردی

انبیاء کے مقتدی ہیں ہادیوں کے پیشوا
بس خدا کے بعد ذاتِ مصطفٰے ممتاز ہے

وہ وہاں پہنچے فرشتوں کے جہاں جلتے ہیں پر
مرحبا صل علیٰ کہئے یہ کیا اعزاز ہے

ہے احد محبوبِ احمد عبد ہے بے شک جمیلؔ
میم کے پردہ میں ہاں محبوبیت کا راز ہے

غزل

از جناب عبدالستار خاں صاحب بہتر اجمیری

اب تصور کا مری آنکھوں میں انداز ہے
ذرہ ذرہ اس جہاں کا پیکرِ صد ناز ہے

مُردہ دل زندہ ہوئے ٹھوکر سے ٹکرا ہوئے
اے مسیحائے زماں تیرا عجب اعجاز ہے

میکدہ میں آکے پی لے ہے یہی بہتر شراب
توبہ کر لینا ابھی تو بابِ توبہ باز ہے

غزل

از جناب مولینا محشر صاحب بہاروی

سارا عالم آج مسحورِ نگاہِ ناز ہے
اے فسوں گر یہ تیرا جادو ہے یا اعجاز ہے

کیا بتائیں رتبۂ خاکِ درِ شاہِ رضا
جسکے ہر ذرہ میں پوشیدہ جہاں کا راز ہے

قطرہ دریا کو لئے بیٹھا ہے اپنی گود میں
انتہا مضمر ہے جسمیں وہ مرا آغاز ہے

کتنا اچھا ہے ازل سے ارتباطِ شرح و بسط
میں سراپا عشق ہوں وہ سراپا ناز ہے

کوئی دنیا میں نہیں میرا شریکِ غم حضور
آپ ہی کی یاد بس اک مونس و دمساز ہے

حسن کی بے مہریوں نے مار ڈالا ہے اسے
محشرِ مسکیں قتیلِ غمزۂ غماز ہے

غزل

از جناب عبد الرحمن خانصاحب مفتی اجمیری

نزع میں بھی ابھی تک ساز ہے آواز ہے مجھے اب بھی آجاؤ تمہارا راز اب بھی راز ہے
دیکھئے نیرنگیِ حسنِ عقیدت دیکھئے ذرہ ذرہ کوچۂ جاناں کا سرافراز ہے
اے سبحان اللہ کہ دل کھنچتا ہے اک اک نقطہ پر کسقدر دلکش حریمِ ناز کی آواز ہے
آنکھوں آنکھوں ہی پلا کر مجھکو بیخود کر دیا چشمِ ساقی میں خدا رکھے عجب اعجاز ہے
چھیڑ جسطرح مناسب ہو تجھے جانِ کرم میری ہستی تیری بزمِ ناز ہی کا ساز

ایک دن مفتی تری ہستی فنا ہو جائے گی
ایک مشتِ خاک ہو کر تجھ کو اتنا ناز ہے

غزل

حضرت صاحبزادہ مولینا عبدالستار صاحب تیغ

نحن اقرب کہنے والے واہ کیا اعجاز ہے پاس رہ کر بھی لگا رکھی ہے مری اغماز
چھیڑ جسکو کیا قائم نظامِ کائنات وہ ہمارا نغمہ ہے اور وہ ہمارا ساز
مسکرا کر نیچی نظروں سے گرانا بجلیاں جو ادا ہے میرے ساقی کی وہ جانِ ناز
آہ لطفِ اضطراب و لذتِ دردِ فراق دل نہیں ہے بلکہ اک ٹوٹے ہوئے سوز و ساز

میری آنکھوں میں ہے تصویر جمالِ شاہِ حسن | دل کا ہر گوشہ مرا آئینہ دارِ راز ہے
آج ہر مئےکش سمجھتا ہے یہی اپنی جگہ | صرف مجھ پر ہی کرم ساقی کا بے انداز ہے
تیغ پر بھی تیغ چلتی ہے کسی کی بزم میں
تیغ ہو کر بھی قتیلِ تیغ، تیغ انداز ہے

غزل

از جناب امام الدین صاحب مائل شیخوی

شعلہ انگیزِ بلا چشمِ فسوں انداز ہے | مژدہ باد اے دل کہ ہوش اب مائلِ پرواز ہے
کیوں نہ مجھکو فضلِ حق سے سربلندی ہو نصیب | سر ہے میرا اور میرے آقا کا پائے ناز ہے
آہ و زاری و فغاں مائل رہے گی تا بکے
صبر اے ناداں ابھی تو عشق کا آغاز ہے

غزل

از جناب شمشاد نصیر آبادی

اک کو تاج و تخت بخشا ہے اک کو مجھ پینا ہے | اک سے اک بڑھ کر جہاں میں اک سے اک ممتاز ہے
اے رئیسِ بیکساں اے چارۂ بیچارگاں | کہہ رہے ہیں چارہ گر تو سب کا چارہ ساز ہے
ہے نہاں مدت سے برقِ طور میں تیری جھلک | صورِ اسرافیل میں مخفی تری آواز ہے

تیری رحمت کے سہارے پہ ہے امید نجات
تیری رحمت پر خطا کاروں کو کیا کیا ناز ہے

کائنات لفظ کن تمثال ہے سارا جہاں
حاصل صد انتہا اس لفظ کا آغاز ہے

غزل

از سید حمید علی صاحب نسیم اجمیری

ہجر کی شب ہے تن تنہا ترا جانباز ہے
کوئی ہمدم ہے نہ کوئی مونس و دمساز ہے

آؤ تم بھی جان دینے کا تماشا دیکھ لو؛
جان دینے کے لئے تیار اک جانباز ہے

مست کر ڈالا دو عالم کو شراب عشق سے
یہ تری متوالی آنکھوں کا نیا انداز ہے

کوثر و تسنیم ہو تم کو مبارک زاہدو
مے کشوں کو اپنے ساقی کے کرم پہ ناز ہے

میں در سلطان سنجر کا بھکاری ہوں نسیم
مجھ کو اس در کی گدائی پر بہت کچھ ناز ہے

غزل

ازجناب شہید صاحب اودے پوری

تجھ پہ قرباں اسلئے یہ عاشقِ جانباز ہے
تیرے سر انداز میں پنہاں جہاں کا راز ہے

مل گیا عاشق کو ثمرہ عشق کی سرکار سے
لب پہ مہر خامشی ہے دل میں سوز و ساز ہے

تیرے کشتوں کو حیاتِ جاودانی ہے نصیب
تجھ پہ ہو اعجاز صدقے وہ ترا اعجاز ہے

سینکڑوں مردہ دلوں کو پل میں زندہ کردیا
اس ترے اعجاز پہ قرباں شہیدِ ناز ہے

غزل

ازجناب شمیم صاحب اجمیری

ہے کماں ٹیڑھی نظر ترچھی سراپا ناز ہے
ساری دنیا سے نرالا تیرا ہر انداز ہے

دیکھ کے تم زندہ کیا مارا نگاہ قہر سے
تیرے ہر انداز میں ہر ناز میں اعجاز ہے

کشتیِ عمرِ رواں ہے بحرِ عصیاں میں شمیم
ناخدائے دوجہاں ہی اس کا چارہ ساز ہے

غزل

از جناب عبدالواحد صاحب واحدی اجمیری

کیا کہوں میں نغمۂ ہستی میں کیا آواز ہے
درد ہے مجبوریاں ہیں سوز ہے اور ساز ہے

اک معمہ بن گئی ہے سازِ ہستی کی صدا
میرا جو تارِ نفس ہے سر سے پا تک راز ہے

خود ہی کھویا جا رہا ہوں جستجوئے یار میں
انتہا کیا ہوگی جب یہ عشق کا آغاز ہے

حالِ ہستی کیا کہوں کس سے کہوں کیونکر کہوں
بے نیازِ ہوش ہونا در حقیقت راز ہے

حسنِ گلشن شوقِ گل اور فروغِ شمعِ طور
تیرے ہلکے سے تبسم کا یہ سب اعجاز ہے

ہے ازل سے یہ مقدم ساقیِ مہماں نواز
واحدی کو اسلئے قسمت پہ اپنی ناز ہے

غزل

از جناب قمر صاحب اجمیری

صور کے پردے میں آخر کون نغمہ ساز ہے
دہر کا ہر ایک ذرہ گوش بر آواز ہے

طالبانِ دید کی مایوسیاں اچھی نہیں
چاہنے والوں سے پردہ یہ بھی کوئی ناز ہے

زاہدوں کو اپنے زہد و اتقا پہ ہے غرور
مجھکو اے ساقی ترے لطف و کرم پر ناز ہے

ہو ہی جائے گی قمر اک روز تکمیلِ حیات
مضطرب کیوں ہو ابھی تو عشق کا آغاز ہے

غزل

از جناب حمید الدین صاحب تاج اجمیری

سجدہ ہائے آستانِ ناز سے ممتاز ہے
واہ ری شانِ جبیں کیا خلعتِ اعزاز ہے

میں وہ میکش ہوں جسے قسمت پہ اپنی ناز ہے
جو کرم ہے مجھ پہ ساقی کا وہ بے انداز ہے

کاش ہو مقبول یہ حضرت میری پہلی غزل
تاج میری شعر گوئی کا ابھی آغاز ہے!

غزل

از جناب قدسی ٹونکی

ساز کے پردوں میں قدسی کون نغمہ ساز ہے
میرا ہر موئے بدن کیوں گوش بر آواز ہے

شکر ہے ہیں اپنی اپنی حد میں دونوں کامیاب
میں مجسم عجز ہوں اور وہ سراپا ناز ہے

ضامنِ صد اوج و رفعت بن گئیں پامالیاں
ذرہ ذرہ آپکے کوچہ کا سر افراز ہے

اس کا یہ اعزاز بے وجہہ نہیں اہلِ جہاں
اصل میں قدسی گدائے بارگاہِ ناز ہے

غزل

از جناب شوکت اجمیری

لے گئی دنیا و دیں ان کی نگاہ اولیں دیکھئے انجام کیا ہو جبکہ یہ آغاز ہے

بہرِ دیدِ حسن کامل ضبط کامل چاہیئے

دیکھنا شوکت نہ لغزش ہو یہ بزمِ ناز ہے

غزل

از جناب انیس اجمیری

زہد و تقویٰ میں اگر شیخِ حرم ممتاز ہے

ہم گنہگاروں کو بھی تیرے کرم پہ ناز ہے

سر وہی سر ہے وہی لاکھوں میں سرافراز ہے

جس کی قسمت میں ترا بابِ حریمِ ناز ہے

اسلئے غنچوں کے لب پہ لگ گئی مہرِ سکوت

اس میں پوشیدہ کسی جانِ چمن کا راز ہے

اسلئے سجدے ہیں کعبہ کیطرف میرے انیس

یعنی کعبہ بھی حقیقت میں حریمِ ناز ہے

غزل

ازجناب سید محمود علی صاحب عرش اجمیری

رازدارِ خلق ساقی تیری چشم ناز ہے
اس پہ روشن کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًا کا راز ہے

مرحبا یارب یہ کس کی جلوہ گاہِ ناز ہے،
جس کا ہر ذرہ فروغِ نور سے ممتاز ہے

پستیوں کی تہ میں پنہاں رفعتوں کا راز ہے
جھک گیا جو سر ترے در پر وہ سرافراز ہے

پھر شبِ فرقت مجھے احساسِ تنہائی ہو کیوں
درد سا ہمدم خدا رکھے مرا دمساز ہے

آپ چھیڑیں تو سہی مضرابِ مژگاں سے ذرا
میرا ہر تارِ رگِ جاں ساز نغمہ ساز ہے

سب کو دیتا ہے بقدرِ ظرف مجھکو بے حساب
جو کرم ہے مجھ پہ ساقی کا وہ سب بے انداز ہے

زندگی میں ہے جہاں سے ابتدائے بابِ عشق
بس وہیں سے داستانِ درد کا آغاز ہے

بند ہیں یہ میری آنکھیں خدا کیواسطے اسمیں پوشیدہ کسی پردہ نشیں کا راز ہے
محو ہوں میں مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں؛
میرا سر ہے اور عرشِ آستانِ ناز ہے

غزل

از جناب شیخ ولی اللہ صاحب ولی سکندر آبادی

ہر شعر منقبت میں عطائے رضا ہوا ہر لفظ و حرف و نقطہ ثنائے رضا ہوا
سر ہے وہی جو خم سوئے پائے رضا ہوا دل ہے وہی جو وقفِ صفائے رضا ہوا
راضی ہر اک بشر پہ رضائے رضا ہوا اک میں ہی کیا زمانہ فدائے رضا ہوا
لطف و کرم رضا کے ہوئے میرے واسطے اور میں جہاں میں پیدا برائے رضا ہوا
میں انکے نقشِ پا کو بناتا ہوں سجدہ گاہ اپنا یہی طریق وفائے رضا ہوا
میخانۂ رضا سے جسے جام مل گیا حاصل اسی کو لطف لقائے رضا ہوا
ہوتا گیا میں اتنا ہی حق کے قریب تر جس درجہ مجھ کو شوق ثنائے رضا ہوا
آیا جو در پہ بھر کے چلا دامنِ مراد عالم میں شور فیض و عطائے رضا ہوا
یوں تو بنے ہیں یار ہزاروں بنے رہے بگڑی میں اپنا کون سوائے رضا ہوا

سوز دلا میں محوِ رضا کے لئے ولی
اچھا ہوا کہ ساز صدائے رضا ہوا

غزل

ازجناب قاضی بشیرالدین صاحب دانش سکندرآبادی

کھولی جو آنکھ محو ادائے رضا ہوا — دانش مرا وجود برائے رضا ہوا
دل ہے وہی جو وقف ثنائے رضا ہوا — معراج ہوگئی جو فدائے رضا ہوا
جب سے کہ دل میں ذوق لقائے رضا ہوا — جو کام بھی ہوا وہ برائے رضا ہوا
کامل ہر ایک از خلفائے رضا رہا — لیکن شہہ شکور بجائے رضا ہوا
دنیا کے کج کلاہ یہاں سرنگوں ہوئے — شاہوں کا بادشاہ گدائے رضا ہوا

دانش تصورات کی دنیا میں بیٹھ کر
جاری میری زبان سے ہائے رضا ہوا

غزل

از قمر سکندرآبادی

محشر میں بات بن گئی راضی خدا ہوا — عقبیٰ سدھر گئی جو فدائے رضا ہوا
میں اور ترک عشق رضا کوئی بات ہے — یارب یہ آج ناصح مشفق کو کیا ہوا
میخانہ رضا کا سمجھ کر شراب خوار — ساقی نے مجھ کو جام دیا ہے بھرا ہوا
ایسی نظر پڑی مری اس نسبت حسن سے — عالم مری نگاہ میں کل آئینہ ہوا

سوزِ غمِ فراق رضا کا اثر نہ پوچھ — دل بھی جلا ہوا ہے جگر بھی جلا ہوا

زاہد کو راہ و رسمِ محبت سے کیا غرض — مستوں کا لکھنؤ میں ہے قبلہ بنا ہوا

یہ فیضِ حسنِ شاہِ رضا ہے فقط قمر
گھر گھر کا سوں میں آج اجالا بنا ہوا

غزل

از جناب شیخ محمد ولی اللہ صاحب ولی

آپکے در کی غلامی پہ جسے کچھ ناز ہے — اسکو حاصل آج دنیا میں بڑا اعزاز ہے

جاگزیں جب دلمیں تو ہے دل بھی ممتاز ہے — جھک گیا جو سر ترے در پہ وہ سرافراز ہے

ناصحا مستوں کو پینے دے ابھی کچھ اور ابھی — دیکھا جائیگا درِ توبہ ابھی تو باز ہے

موت سمجھے ہیں جسے ہے اصل میں وہ زندگی — زندگی کہتے ہیں جس کو وہ خدا کا راز ہے

کیا نئے مضموں نکالوں ایسی صورت میں ولی
وقت کم اور پھر طبیعت بھی مری ناساز ہے

غزل

از جناب نشتر صاحب سکندرآبادی

ہر داغ ہے شکلِ یدِ بیضائے دل میں — دیکھیں تو کلیم آکے تماشائے دل میں

آنکھو نہیں ہے تو تیری تمنا مرے دلمیں
کیا کیا مری نظروں میں ہے کیا کیا مرے دلمیں

سوز غم الفت ہے کسی کا مرے دلمیں
یا کوئی بھڑکتا ہوا شعلہ مرے دلمیں

اک شور ہے ربِّ ارنی کا مرے دل میں
پنہاں ہے مگر جذبہ موسیٰ مرے دلمیں

اب تاب و تواں ہے نہ سکوں ہے نہ تحمل
لو مانری نظروں نے جو کچھ تھا مرے دلمیں

ہو خیر الٰہی مرے جذباتِ وفا کی
پھر سوز رہا درد پھر اٹھا دلمیں

اک اشکِ محبت نے بدل دی مری دنیا
حالانکہ ابھی بند ہے دریا مرے دلمیں

بیٹھا ہوا پیتا ہوں سرِ راہ میں نشتر
دنیا کا نہ کچھ خوف نہ کھٹکا مرے دل میں

غزل

از جناب قاضی بشیر الدین احمد صاحب دانش سکندر آبادی

ہے دانش نا چیز غلامانِ رضا سے
سب کچھ اسے ہوتا ہے عطا شانِ رضا سے

تسلیم و رضا اور سکونِ دلِ مضطر
کیا کچھ نہیں ملتا درِ فیضانِ رضا سے

روشن ہوئیں دل کی مرے گہرائیاں ساری
لو جب سے لگی شمعِ شبستانِ رضا سے

بے مثل مہک بخشی ہے اللہ نے جسکو
وہ پھول ملا مجھ کو گلستانِ رضا سے

بڑھتا ہے رہِ حق میں قدم ان کا ہمیشہ
ممکن نہیں لغزش کبھی مستانِ رضا سے

اللہ غنی حبِّ رسولِ عربی کی
بو آتی ہے ہر طفلِ دبستانِ رضا سے

دہ دل ہوا انوارِ الٰہی کا خزینہ — روشن کی لگی شمع شبستانِ رضا سے
دنیا کی پریشانی سے کیا واسطہ مجھ کو — وابستہ ہوں میں زلفِ پریشانِ رضا سے
اب دل میں نہیں کوئی طلب کوئی تمنا — نسبت ہے مجھے خاصۂ خاصانِ رضا سے
اپنا یہی ایماں ہے یہی اپنا عقیدہ — اسلام کی تکمیل ہے ایقانِ رضا سے
وہ برکتیں جو کعبہ کی مشہور زماں ہیں — ملحق ہیں زورئی ایوانِ رضا سے

اب اس کی بھی قسمت کا ستارہ ہوا یاور
دانش بھی لگا رہتا ہے دامانِ رضا سے

غزل

از جناب دانش سکندر آبادی

دانش وہ طریقت کا ہے دولھا مرے دلمیں — جس نے گل توحید کھلایا مرے دل میں
اسی ہادیٔ برحق کی تمنا ہے دل میں — رہتی ہے مگر رہتی ہے تنہا مرے دلمیں
تھی جسکی تمنا وہی آیا میرے دل میں — باقی نہیں اب کوئی تمنا مرے دلمیں
کیا دیکھتا کیا اور سماتا مرے دل میں — تم آنکھ میں ہو تم ہے تمہارا مرے دلمیں

دانش یہ بتائے کہ ہے کیا کیا مرے دلمیں
کیا ہوتا تمہاری ہے تمنا مرے دل میں

غزل

جناب حکیم محمود علی خانصاحب محمودؔ سکندر آبادی

کیا چاندنی پھیلی مہرِ عرفانِ رضا سے — سینہ ہے منور رُخِ تابانِ رضا سے
کیوں پرسشِ عصیاں کا مجھے خوف ہو زاہد — دامن مرا وابستہ دامانِ رضا سے
جب دردِ محبت کی ہے جاگیر میسّر — پھر اور طلب کیا کروں میں جانِ رضا سے
صحرائے محبت کی ہے دنیا متزلزل! — اٹھا ہے عجب شیر بستانِ رضا سے
لذت نہ مٹی زخمِ جگر سے کسی صورت — یہ سوز ملا مجھکو نمکدانِ رضا سے
کچھ شانِ رضا شانِ شکوری اے زاہد — پوچھ آئے کسی روز اداانِ رضا سے

محمودؔ ترے دردِ محبت کا مداوا!
ہوگا بھی تو ہوگا کبھی دامانِ رضا سے

غزل

از حامد علی صاحب حامدؔ اجمیری

اترا جو ترے کوچہ کا نقشہ مرے دل میں — سمجھا کہ سمٹ آیا ہے کعبہ مرے دل میں
آ دیکھ لے الفت کا تماشا مرے دل میں — ہے موج یہ جذبات کی دریا مرے دل میں
کیا جانئے کیا شیخ نے رکھا مرے دل میں — آتا ہے نظر نورِ تجلّی مرے دل میں

ہے دردِ محبت کا دفینہ مرے دل میں! قطرہ مری آنکھوں میں ہے دریا مرے دلمیں
خندہ ہے نہ کعبہ نہ کلیسا مرے دلمیں آباد محبت کی ہے جو دنیا مرے دلمیں
ہر روز رخِ یار کی کرتا ہوں تلاوت ہر رات کو ہوتا ہے شبینہ مرے دلمیں
حامد مجھے الفت میں ملا داغِ جدائی
یا ہے یہ چراغِ یدِ بیضا مرے دلمیں

غزل

از جناب صاحبزادہ مولانا عبد الستار صاحب تیغ

مرا جزوِ ایماں ہے نسبت رضا کی ہے جانِ شریعت محبت رضا کی
لحد میں نکیرین بھی دم بخود ہیں مرے دل پہ ہے نقش صورت رضا کی
مجھے داورِ محشر قیامت سے مطلب مرے ساتھ تو ہے حمایت رضا کی
ہمیں منحصر کچھ ہمارے ہی اوپر! ہے ہر شخص پہ عام رحمت رضا کی
دلوں کو ہوئی جس سے تنویر حاصل وہ تفسیر والشمس صورت رضا کی
غلاموں کو دم بھر میں مولا کیا ہے عجب شان ہے شان قدرت رضا کی
مرا دل ہے قبلہ مرا دل ہے کعبہ
مرے دلمیں ہے تیغ صورت رضا کی

غزل

از جناب عبدالصمد صاحب تسلیم نصیر آبادی

بڑے کام کی ہے محبت رضا کی — خدا مل گیا ہے بدولت رضا کی

یہاں تک ہوئی عام رحمت رضا کی — کہ ہے دشمنوں پر بھی شفقت رضا کی

نئے سر سے قائم ہوا نظم عرفاں — سجی جب سے بزم طریقت رضا کی

فروزاں ہے جس سے جہانِ ولایت — وہ شمعِ مبیں ہے ولایت رضا کی

کوئی شان ان کے غلاموں کی دیکھے — ہیں یہ لوگ زندہ کرامت رضا کی

وہ نور مجسم ہے ذاتِ شکوری — نظر جس میں آتی ہے صورت رضا کی

اسی دل میں ہے موجزن بحرِ عرفاں
ہے تسلیم جس دل میں نسبت رضا کی

غزل

از جناب عبدالمجید صاحب غازی بلند شہری

ہے رازِ حقیقت محبت رضا کی — ہے کشّاف اسرار نسبت رضا کی

مجھے اپنی بخشش کا کامل یقیں ہے — بڑے کام آئی محبت رضا کی

خدا جب یہ پوچھے گا کیا ساتھ لایا — کہوں گا کہ لایا ہوں الفت رضا کی

بھلا کیا انہیں روزِ محشر کا کھٹکا　　جو رکھتے ہیں دل میں محبت رضا کی
تصدق جہانگیر کا کچھ عطا ہو　　ہمیں بھی ملے کچھ بد ولت رضا کی
محبت محبت میں ہوتی ہے آخر　　محبت خدا کی ہے فطرت رضا کی

مجھے ناز ہو کیوں نہ قسمت پہ غازیؔ
مرے حال پہ ہے عنایت رضا کی

غزل

از جناب مجاہد صاحب

کھلی ہم پہ جب سے حقیقت رضا کی　　نظر آئی ہر سمت صورت رضا کی
اگر دل سے مانا اگر دل سے سمجھا　　بہت کام دے گی نصیحت رضا کی
نہیں کچھ بھی مستوں کو محشر کا کھٹکا　　کہ کافی ہے ان کو شفاعت رضا کی
مجھے ہوش آئے تو کس طرح زاہد　　نگاہوں میں پھرتی ہے صورت رضا کی
مریضِ محبت کا درماں یہی ہے　　رہے سامنے اس کے صورت رضا کی
سنور جائے گی دین و دنیا تمہاری　　یونہی گر رہے گی عنایت رضا کی

انہی پہ ہے اللہ کی مہربانی
مجاہد ہے جن پہ عنایت رضا کی

غزل

از جناب کوثر سکندر آبادی

جو ہو جائے مجھ پر عنایت رضا کی — رضا ہی سے لیلوں محبت رضا کی
یہی سر ہے جس میں ہے سودا رضا کا — یہی دل ہے جس میں ہے الفت رضا کی
جسے دیکھنے ہوں خدائی کے جلوے — یہاں آکے دیکھے وہ صورت رضا کی
نہ مرنے کی حسرت نہ جینے کی حسرت — جو حسرت ہے مجھکو تو حسرت رضا کی
ابھی تو نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے — ارے دیکھ زاہد کرامت رضا کی
ٹھہر اے اجل آگئی تو کہاں سے — ابھی دیکھ لینے دے صورت رضا کی
ہیں مشہور دنیا میں یہ تین چیزیں — ریاضت، سخاوت، عبادت رضا کی
طریقت سے رتبہ سنو کچھ رضا کا — شریعت سے پوچھو فضیلت رضا کی

مرے دل کو تسکین دیتی ہے صورت
تصور میں آ آ کے صورت رضا کی

غزل

از جناب زیبا صاحب سکندر آبادی

ہوئی جب سے دل کو محبت رضا کی — جھلکتی ہے ہر شے میں صورت رضا کی

وہ ہو جائے مستغنی ہر دو عالم — سما جائے جس دل میں صورت رضا کی
لئے خود قدم بڑھ کے منزل نے اسکے — ملی جس کو راہِ طریقت رضا کی
درِ معرفت اس پہ کھل جائے زاہد — جو پی لے شرابِ محبت رضا کی
زمانہ ہے مسحور دنیا مسخر — کچھ اس درجہ دلکش ہے صورت رضا کی

تصدق یہ عشقِ رضا کا ہے زیبا
کہ ہر وقت حاصل ہے صحبت رضا کی

غزل

از جناب قمر صاحب بلند شہری

بتاتی ہے ہم کو یہ نسبت رضا کی — کہ الفت خدا کی ہے الفت رضا کی
کوئی زندگی کا سبق ان سے سیکھے — سراپا شریعت ہے سیرت رضا کی
دو عالم کی ہیں نعمتیں اس کو حاصل — ہے جس پر نگاہِ عنایت رضا کی
چلو اپنا بھر لائیں دامانِ مقصد — مرادوں کا منبع ہے تربت رضا کی
غنی دل ہوا اور ایمان کامل — ہوئی دلنشیں جب سے الفت رضا کی
فدا کیوں نہ شاہِ رضا پہ ہو دنیا — ہو دنیا پہ جبکہ حکومت رضا کی

قمر تا ابد یونہی روشن رہے گی
زمانہ میں شمعِ ہدایت رضا کی!

غزل

از جناب ولی اللہ صاحب ولیؔ سکندر آبادی

ولی جس کے دل میں ہے الفت رضا کی ہوئی جس بشر کو محبت رضا کی
ہے خوش قسمتی جس نے خدمت رضا کی ملی ہے جسے کچھ بھی صحبت رضا کی
وہی جانتا ہے حقیقت رضا کی

یہ بات ہم کو اب ہو گئی آشکارا کہ ہو نیکو ہے پار بیڑا ہمارا
زباں سے بیاں وصف کیا ہو رضا کا غریبوں کا ہمدرد جگ کا اجالا
یہ صورت رضا کی وہ سیرت رضا کی

میں مشہور ہوں کفش بردار حضرت ہیں اپنی نگاہوں میں انوار حضرت
ہوا ہوں میں جبدن سے بیمارِ حضرت شب و روز ہوتا ہے دیدارِ حضرت
مزا دے رہی ہے محبت رضا کی

یہ بات آج ہر اہلِ دل جانتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے صرف فیضِ رضا ہے
خدا کی قسم اور مرے پاس کیا ہے لکھا یا جو حضرت نے وہی لکھا ہے
مری منقبت ہے کرامت رضا کی

لیا جب سے میں نے رضا کا سہارا اندھیرے سے چلکر اجالے میں آیا
بدل ڈالی حضرت نے وہ میری دنیا کہ ہے فضل ہی فضل مجھ پر خدا کا

مزا دے رہی ہے محبت لمحا کی

جو سر پہ بلا تھی ہٹا دی ہٹا دی | مری اجڑی بستی لبا دی لبا دی
تلاطم سے کشتی بچا دی بچا دی | مری بگڑی قسمت بنا دی بنا دی

مرے کام آئی محبت رنا کی

غزل

ازجناب محمود صاحب سکندر آبادی

ہے اس حد منزل یہ الفت رضا کی | کہ اب اپنی صورت ہے صورت رضا کی
ہے ترک حجاب تعین کا صدقہ | کہ دیکھیں ہر اک شے میں صورت رضا کی
ہوا حل یہ قرب نوافل سے عقدہ | کہ جلوہ خدا کا ہے صورت رضا کی
تصور کی دنیا ہی بدلی ہوئی ہے | نگاہوں میں جب سے ہے صورت رضا کی
تجھے حسن فطرت سے کیا کام زاہد | مری آنکھ سے دیکھ صورت رضا کی

یہ محمود کی مستیاں کہہ رہی ہیں
کہیں دیکھ لی اس نے صورت رضا کی

غزل

ازجناب امیر صاحب سکندر آبادی

ملی خلد ہی جا جنابت رضا کی | کہاں لے کے پہنچی محبت رضا کی

یہ دل کس پہ آئے یہ دل کس کو چاہے — کہ ہے میرے دل پر حکومت رضا کی
غلام ان کا جائے جہنم میں کوئی — گوارا کرے کب یہ غیرت رضا کی
یہ تسنیم و کوثر یہ گلزارِ جنت — بلا شک ہے جاگیرِ دولت رضا کی
ہر اک بے طلب بھر کے لاتا ہے دامن — ہے ایسی عطا و سخاوت رضا کی
مریضانِ غم کے نہ کیوں ہوں مسیحا — کہ غم آشنا ہے طبیعت رضا کی

امیر اپنی کیا عقل اور کیا نگاہیں
کہ دونوں سے بالا ہے عظمت رضا کی

غزل

از جناب مولانا محمد عبد الستار صاحب تیغ

الله الله یہ عروجِ شانِ پیشانی مری — ایک سجدہ میں ہوئی تکمیل ایمانی مری
دین و ایمان جان و دل سبکو تصدق کر دیا — کاش مقبولِ رضا ہو جائے قربانی مری
مری تنویریں قیامت تک رہینگی جلوہ گر — آفتابِ حسن سے ہے جلوہ سامانی مری
آپکی نظرِ کرم سے میرا بیڑا پار ہو — آپ ہی کے ہاتھ میں ہے مشکل آسانی مری
مجھکو حاصل ہو گئی معراجِ الفت بالیقیں — انکا سنگِ آستاں ہے اور پیشانی مری
رتبہ بر ہندہم آتی ہے نظر دنیائے عشق — انکے پائے ناز پہ ہے تاج پیشانی مری
انکی بزمِ ناز تک میری رسائی ہو گئی — کام آخر آ گئی یہ شوق سامانی مری

میرے ہر ہر شعر میں پنہاں ہے کیفِ بیخودی
تیغ سب نے مان لی ہے گوہر افشانی مری

غزل

از پیر مولانا محمد احمد صدیق صاحب قائل لکھنوی

کشورِ ہستی مری اقلیمِ روحانی مری — ہے حقیقت مظہرِ اوصافِ ربانی مری
کیف میں ڈوبی ہوئی ہے سجدہ سامانی مری — جھک گئی یہ کس کے در پہ آج پیشانی مری
مطمئن تھے دیدہ و دل جب حجابوں میں نہ تھے — انکے جلووں نے بڑھا دی اور حیرانی مری
ہو گئے برہم ہیں جیسے وجہ تزئینِ جمال — باعثِ تسکینِ خاطر ہے پریشانی مری
چھیڑ دستی نے کیا ہے میرا دامن تار تار — بن گئی میرے لئے ملبوس عریانی مری
میں وہ انساں ہوں کہ جسکو عشق کی دولت ملی — ساتھ ہے   کے پاک دامانی مری
میں تو اس معمورۂ عالم میں تنہا ہی رہا — رکھتی ہے آباد گھر کو خانہ ویرانی مری
کر دیا مجھکو خطاؤں نے عطا کا مستحق — عین دانائی ہے اے زاہد یہ نادانی مری
موت کا غم ہو مجھے یہ ہو نہیں سکتا کبھی — میں تو مطلق جاوداں ہوں کب ہے فانی مری
میں امینِ جلوۂ حسنِ ازل ہوں دہر میں — ہائے دنیا نے نہ کچھ بھی قدر پہچانی مری
دیکھنا اے دل کہیں انکی یہ چوکھٹ تو نہیں — کیوں اٹھانے سے نہیں اٹھتی ہے پیشانی مری
دیکھنے والے حقارت کی نگاہوں سے نہ دیکھ — نازشِ دردِ جنوں ہے چاک دامانی مری

میں ہوں جب سے ذرۂ خاکِ درِ شاہِ رضا
شہرۂ آفاق ہے قاتل زباں دانی مری

غزل

ازجناب عبدالصمد صاحب تسلیم نصیر آبادی

کامیابِ عشق نکلی چاک دامانی مری
حسن کی دنیا نظر آتی ہے دیوانی مری

کہہ رہی ہے مجھ سے یہ تکمیلِ ایمانی مری
اب درِ شاہِ رضا ہے اور پیشانی مری

ذرۂ ناچیز ہوں پھر بھی سراپا نور ہوں
جانے کن جلوؤں سے ہے ملبوس عریانی مری

ابتدا سے انتہا تک ہے تمہارا ہی کرم
ورنہ میں کیا چیز ہوں کیا چیز قربانی مری

حشر کا دن آ رہا ہے امتحاں ہو جائیگا
زہد اچھا ہے کہ اے زاہد پشیمانی مری

تیرے در سے دولتِ کونین حاصل ہے مجھے
تیرے در سے اٹھ نہیں سکتی ہے پیشانی مری

تو ہے وہ بے مثل کہ ہر وقت سے بالا ہے تو
تیری ٹھوکر سے بنی قسمت بھی لاثانی مری

دل مرا بیتاب ہے تسلیم سجدوں کے لئے
دیکھ کر یہ در جھکی جاتی ہے پیشانی مری

غزل

ازجناب حافظ لیاقت حسین صاحب زیبا سکندر آبادی

خدمتِ ساقی سے ہے کیا خشک لبی مری
ایک سجدے میں جھلک اٹھی ہے پیشانی مری

بیخودی نے کر دیا رازِ محبت آشکار — جھک گئی نقشِ قدم پر انکے پیشانی مری
تم تصور میں مرے اک وقت آؤ تو سہی — پھر نہ کچھ ہو جائیگی تسکین روحانی مری

مجھ کو تنہائی کی زیبا قبر میں پروا نہیں
میرے دم تک ساتھ جائے گی پریشانی مری

غزل

از جناب حکیم محمد معلیخاں صاحب سکندر آبادی

ہے ز بس بیجہ سکوں دل کی پریشانی مری — بڑھ گئی ہے نادانی زاہد سے نادانی مری
ہو گئی پیدا ہر اک حسن روحانی مرا — در حقیقت ہوش کا پردہ ہے حیرانی مری

کوئی کیا جانے بھلا یہ چاک دامانی مری

میرا سینہ ہے سراسر مخزنِ صد رازِ عشق — عشق میرے دل کا ہمدم اور دل دمسازِ عشق
موسمِ گل میں کوئی دیکھے مری پروازِ عشق — میں نسیم صبح لیکر چھیڑتا ہوں سازِ عشق

شبستانِ سخن ہے گوہر افشانی مری

منزلِ ادراک سے زاہد تعلق تجھ کو کیا — اس جگہ پر معرفت ہستی ہے ہر دم جلوہ زا
حشر سے کیا کام پرسش سے مجھے کیا واسطہ — میں شکوری ہوں مسلک ہے تسلیم رضا

فہم اور ادراک سے بالا ہے نادانی مری

یہ تو سچ ہے تیری صورت ہے مری آنکھوں کا نور — یہ تماشا دیکھ لیتا ہوں تجھے نزدیک و دور

گرچہ یہ تیرا ہی سب کچھ فیض ہو شاہ شکور — پھر بھی سجدوں کو تمنا ہے کہ اے میرے حضور
تیرا سنگِ آستاں بن جائے پیشانی میری

یہ تیرا لطف و کرم جن رات مجھ پر اس قدر — اب من و تو میں نہ رکھا فرق تو نے ذرہ بھر
منکشف رازِ حقیقت کر دئے یوں سر بسر — ہے فقط یہ تیرے ہی جوشِ محبت کا اثر
جب سے شیدا ہوں ترا دنیا ہے دیوانی میری

[illegible] یہ ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی — ہے تغیر آشنا ہر صبح و شامِ زندگی!
[illegible] اے عروسِ للہ دوامِ زندگی — میں نے سیکھا ہے فنا سے خود نظامِ زندگی
ہستیٔ جاوید ہے اب ہستیٔ فانی میری

غزل

از جناب امیر صاحب سکندرآبادی

[مش]کل آساں کیجئے محبوبِ ربانی میری — اب مرے قابو سے باہر ہے پریشانی میری
[illegible] پائے یار کی تاثیر مجھ سے کچھ نہ پوچھ — جگمگا اٹھی ہے ہر سجدے میں پیشانی میری
[illegible] مریضِ عشق میری کیا دوا ہے کیا علاج — چارہ گر بےفائدہ کرتے ہیں درمانی میری
میں ازل سے جب محبت کا ہوں دیوانہ امیر
کیا تعجب ہے محبت ہے جو دیوانی میری

از جناب حبیب احمد صاحب حبیب بلند شہری

درد میں اب حد سے گذری ہے پریشانی میری — المدد بہرِ خدا محبوبِ سبحانی مری
آپکے ہوتے ہوئے غم نے ستایا ہے مجھے — آپ سے فریاد ہے محبوبِ سبحانی مری
آپکے ہوتے سناؤں کس کو غم کی داستاں — کون سنتا ہے یہاں اب مرثیہ خوانی مری
آپکے دامن کو اب میں چھوڑ کر جاؤں کہاں — لاج رکھ لیجے محی الدین جیلانی مری
اللہ اللہ آپ اور اُجڑے ہوئے دل میں مرے — قابلِ صد رشک ہے اب خانہ ویرانی مری
مشکلیں ہوتی ہیں حل مشکلکشا کے نام سے — الحمد للہ کس قدر آسان ہے آسانی مری

کس کے عارض کی تجلی دیکھ لی میں نے حبیب
بن گئی آئینہ گویا حیرانی مری

از جناب فیاض احمد صاحب فیاض کانپوری

زاہدا کیونکر رہیگی اب پریشانی مری — ہیں مدد پر غوث الاعظم پیر گیلانی مری
مجھ کو ویران کر سکے کیا ہے مجال آسماں — مونسِ غمخوار ہے وہ شکل نورانی مری
ہے نگاہِ یار میں برق تجلی کا کمال — کر گئی جو ہستی موہوم کو فانی مری
آستانے پاک پر حاضر ہوں اے مولا مرے — لاج اب رکھ لیجئے محبوبِ سبحانی مری
منزلِ مقصود کی تکمیل کرنے کے لئے — اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

ہے درِ جاناں تک اپنی اب رسائی کی خبر
کام کرتی جاتی ہے فیاضؔ حیرانی مری

از جناب محمد یامین صاحب سائلؔ راولپنڈی

مرحبا کیا رنگ لائی اشک افشانی مری
اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

یہ کرشمہ ہے تمہارے در کی جبہ سائی کا
غیرتِ حسنِ مہِ کامل ہے پیشانی مری

آپ رہتے ہیں مرے کاشانۂ دل میں مکیں
دور سمجھا تھا تمہیں اے وائے نادانی مری

ہوں گرفتارِ بلا یا حضرت شاہ رضا!
تم جو چاہو دور ہو جائے پریشانی مری

یہ فروزاں ہی رہے دلمیں قیامت تک مرے
فکرِ شیطاں سے نہ گل ہو شمع ایمانی مری

میں سمجھونگا تمہارے عشق کی تکمیل ہے
ہو گی جب مشہور گھر گھر خانہ ویرانی مری

اُس شہ کون و مکاں کے در کا سائل میں بھی ہوں
ورنہ کیا شاعر ہوں میں اور کیا غزلخوانی مری

از جناب احمد صاحب حبیب بلند شہری

اُن کے آگے مدعائے دل بیاں کیونکر کروں — لب ہلانے بھی نہیں دیتی پشیمانی مری
اللہ اللہ وہ بھی دیوانہ مجھے کہنے لگے — آگئی کچھ کام آخر چاک دامانی مری
آخرش آ ہی گئی رحمت بھی اپنے جوش میں — بڑھ گئی کچھ اس قدر حد سے پریشانی مری
روح میں پیدا ہوا ہے دل کے ماتم سے گداز — راس آئی ہے مجھے اب مرثیہ خوانی مری
رنگ لائی ہے عجب دیوانگی دل حبیب — ان کا دامن بن گئی ہے چاک دامانی مری

از جناب حکیم سید احمد صاحب احمد لکھنوی

شاعروں کی بزم میں کب ہے غزل خوانی مری
ہے گلستان رضا میں یہ گل افشانی مری

مدتوں میں زائرِ دیر و حرم تو رہ چکا!
اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی میری

منبعِ فیاض سے لیتا ہوں درس معرفت
کر چکے روح الامیں تعلیم روحانی مری

ہے وہی پیش نظر سجدہ کروں میں جس طرف
ہے اسی کا در جہاں جھکتی ہے پیشانی مری

مشربِ توحید میں رنگ دوئی بھی شرک ہے
جان من ہے بالیقیں ہر بات لاثانی مری

جمع ہیں آرائشِ زلفِ دوتا میں آپ کی محبت خاطر پریشانی مری
جان و دل دونوں کی قیمت اک نگاہِ لطف ہے اس گرانی کے زمانہ میں یہ ارزانی مری

پیرِ کامل مرشدِ برحق شہ عبدالشکور جن کی بزمِ خاص میں ہے یہ غزلخوانی مری
داد مل جائے لبِ اعجاز پرور سے اگر عرش تک پہنچا ابھی صوت سخندانی مری

وہ بھی لاثانی ہے جس کی بزم میں حاضر ہوں میں
سب شمیں احمد غزل بھی ہے یہ لاثانی مری

ازجناب ظفرالزماں صاحب مختار سکندرآبادی

ہوچکی جب دم مہیا جلوہ سامانی مری جب مرتب ہوچکی تصویر نورانی مری
جب مکمل ہوچکی ہر شانِ انسانی مری حاصلِ کونین لکھ دی شکلِ لاثانی مری

دعوتِ حدِ نظر ہے جلوہ سامانی مری

پوچھئے دل کی نہ کچھ حالت کہ صورت ہی سوال نامرادِ عشق کا ہوتا ہے ایسا ہی حال
جوشِ وحشت اب مرا پہنچا ہے تا حدِ کمال بس گیا ہے اپنی آنکھوں میں کوئی یوسف جمال

رازِ الفت کہہ رہی ہے چاک دامانی مری

کتنا اعجاز آفریں تیری نگاہِ ناز ہے تجھ سے پیوستہ جگر میں کچھ جگر کے پار ہے
دل کے ہر گوشہ میں تیغِ زخم دامن دار ہے داغ ہائے عشق سے سینہ مرا گلزار ہے

اشک رنگیں کا ہے صدقہ گل بدامانی مری

دامن صد چاک تھا عیبوں کا پردہ کچھ نہ تھا　　جوش ایماں کچھ نہ تھا اور زہد و تقویٰ کچھ نہ تھا
مختصر یہ ہے کہ بخشش کا ذریعہ کچھ نہ تھا　　روز محشر میرے عیبوں کا ٹھکانہ کچھ نہ تھا
وجہ رحمت بن گئی آخر پشیمانی مری

ماہ ہو یا مہر ہو شمس نجم ہو یا کہکشاں　　وادیاں ہوں کوہ صحرا ہوں کہ رنگیں گلستاں
جگمگا اٹھے ہیں جلووں سے زمین و آسماں　　اللہ اللہ حسن فطرت کی ضیا افشانیاں
اک تماشا ہے مری آنکھوں کا حیرانی مری

پا کے مجھ کو عشق کا بیمار درد ہجر نے　　دیکھ کر مدہوش حسن یار درد ہجر نے
ٹوٹ لی سب طاقت درد ہجر نے　　اتنا لاغر کر دیا مختار درد ہجر نے
جس نے بھی دیکھا مجھے صورت نہ پہچانی مری

از جناب ولی اللہ صاحب ولی سکندر آبادی

تو نے کیا سمجھی ہے ناصح چاک دامانی مری　　لاکھ پوشاکوں سے افضل ہے یہ عریانی مری
اور ہر راحت سے بہتر ہے پریشانی مری　　تیری دانائی سے اچھی ہے یہ نادانی مری
سنگِ ایوانِ رضا ہے اور پیشانی مری

میرے گھر آ کر ہوا یہ کون مہماں خواب میں　　کر دیا ہے مست و بیخود اور حیراں خواب میں

رات بھر کھلائے ہیں ڈبر تیر مژگاں خواب میں
جب سے دیکھی ہے دلی زلف پریشاں خواب میں
بڑھ گئی ہے اور بھی حد سے پریشانی مری

موت کو حیران کر سکتا ہوں لیکن شرط ہے
خلق کو حیران کر سکتا ہوں لیکن شرط ہے
جو کہیں اس آن کر سکتا ہوں لیکن شرط ہے
جان بھی قربان کر سکتا ہوں لیکن شرط ہے
کاش آ جائے پسند انکو یہ قربانی مری

فی الحقیقت جوش الفت کا مزا اچھا ملا
زندگانی میں مجھے لطف بقا اچھا ملا
حشر میں سایہ کو دامانِ رضا اچھا ملا
مجھ کو سنگ در پہ سجدوں کا صلہ اچھا ملا
کہکشاں بن کر چمک اٹھی ہے پیشانی مری

یاد میں رہتی ہے سلطانِ رضا کے چشم نم
حال پر میرے ہے انکا ہر گھڑی فضل و کرم
مطمئن ہے دل مرا چشم عنایت کی قسم
مجھ کو کیا تنہا و تاریکی مرقد کا غم
جب وہ ہر حالت میں کرتے ہیں نگہبانی مری!!

حق نے بخشی ہے دلی تقدیر لاثانی مجھے
اور بتا دی ہے ہر اک تدبیر لاثانی مجھے
پا گیا ہے نسخۂ تسخیر لاثانی مجھے
ملتی ہے ہر خواب کی تعبیر لاثانی مجھے
کھینچ دی قدرت نے کیا تصویر لاثانی مری

غزل

از جناب قمر صاحب سکندرآبادی

ہو چکی ہونی تھی جو کچھ خانہ ویرانی مری
اب در شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

میں تو سمجھا ہوں محبت میں اُسی جانب حرم
بیخودی میں جس طرف جھک جائے پیشانی مری

حشر تک انکا سنورنا اب بہت دشوار ہے
بس گئی ہے انکی زلفوں میں پریشانی مری

کچھ تو دیکھا ہے جو میں نے اُن پہ کی ہے جاں نثار
اب وہ دانائی اسے سمجھیں کہ نادانی مری

اس قدر گم کر دیا ہے جوشِ وحشت نے مجھے
ڈھونڈتی پھرتی ہے مجھ کو خانہ ویرانی مری

میں بھی تو امر ہوں اپنے نام کا زاہد قمر
پھر تعجب کیا اگر ہے شکل نورانی مری

غزل

از جناب محبوب رضا صاحب محبوب نصیرآبادی

دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے پریشانی مری
لو خبر پھر غنا محبوب سبحانی مری

آپ ہی کو لاج ہے یا قطبِ ربانی مری
آپ کو بھی شرم ہے محبوب سبحانی مری

آپ ہیں میرے نگہباں حضرتِ شاہ شکور
آپ ہی نے کی ہے بخشش سے نگہبانی مری

گو بہت کمزور سا لاغر سا آتا ہوں نظر
کام جو کرتی ہے وہ طاقت ہے روحانی مری

رفعتوں پر آج کل ہے طبعِ جولانی مری
ایک ادنیٰ سا تصرف ہے نگاہ یار کا

یوں تو میں زیر زمیں محبوب جاؤنگا مگر
حشر تک جاری رہیگی فاتحہ خوانی مری

غزل

ازجناب کوثر صاحب بلند شہری

بیخودی میں یہ سمجھ لینا بہت دشوار ہے
اُن کا سنگ آستاں ہے یا ہے پیشانی مری

چھوڑ جاؤنگا میں اِس دنیا میں اک نقشِ وفا
میں تو فانی ہوں مگر الفت نہیں فانی مری

عمر بھر میں ہاتھ آیا ہے کسی کا سنگِ در
کیا اٹھے گی اب بھلا سجدے سے پیشانی مری

میں ہا دنیا میں جبتک مری دنیا ہی نہ تھی
جب سے دنیا چھوڑ دی دنیا ہے دیوانی مری

مجھ کو اے کوثر مئے تسنیم کے چھینٹے نہ دو
میکدے والوں سے پوچھو پاک دامانی مری

غزل

ازجناب غزالی صاحب نصیر آبادی

سر بسجدہ ہو رہی ہے روحِ انسانی مری
کیوں نہ ہو مقبول اُنکے در پہ قربانی مری

گردشِ ایام نے چکر میں ڈالا ہے مجھے
کیجئے امداد اب محبوبِ سبحانی مری

الفت جاناں میں میرا دین ہے ایمان ہے — اس قدر مضبوط ہے تصدیق ایجانی مری
میرے ہر انداز پر اک حشر ہوتا ہے بپا — ہے کسی کا فیض جو حالت ہے مستانی مری

اے غزالی ہیں زمانہ بھر میں کیوں مارا پھروں
اب در شاہِ رضا ہے اور پیشانی مری!

غزل

از جناب رضا حسین صاحب رضاؔ اورنگ آبادی

اللہ اللہ کس قدر قسمت ہے لاثانی مری — اُنکا سنگِ آستاں ہے اور پیشانی مری
تیرے در کا ہو گدا یہ فخر بھی کچھ کم نہیں — اب تو شاہی سے کہیں بڑھکر ہے دربانی مری
تجھ پہ مرنے کو سمجھتا ہوں حیاتِ جاوداں — تیرا ملنا زیست ہے اے یوسفِ ثانی مری
ہو گئی ہے قسمتِ ناکام میری کامیاب — اب در شاہِ رضا ہے اور پیشانی میری

اے رضاؔ فیضِ رضا سے میری قسمت کھل گئی
دیکھکر حیرت میں ہیں سب خندہ پیشانی مری

غزل

از جناب ظفر الزماں صاحب سکندر آبادی مختار

ہم بارشِ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں — ہر ذرہ پہ احسانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم مستیٔ چشمانِ رضا دیکھ رہے ہیں
میخانہ بداماں رضا دیکھ رہے ہیں

مژگاں سے ملا تھا دمِ نظارہ جو دل کو
پیوستہ وہ پیکانِ رضا دیکھ رہے ہیں

زاہد کے تخیل میں ہے سایۂ طوبیٰ!
ہم سایہ ایوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

کنعاں ہو یا نجد ہو یا طور ہو کچھ ہو
ہر قصہ بعنوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم بزم شکوری میں عجب رنگ کے مختار
گلہائے گلستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب محبوب رضا صاحب محبوب نصیر آبادی

ہم دل میں نہاں شانِ رضا دیکھ رہے ہیں
اس شان سے فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

حاضر ہیں غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں
سب جلوہ ترا شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

اے ابرِ کرم جھوم کے للہ برس جا!
حسرت سے محبانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہے سورۂ واللیل کی تفسیر نظر میں
یوں عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

مستوں کو غرض دیر سے ہے اور نہ حرم سے
تیری ہی طرف شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

اس جلوے کے محبوب فدا جان بھی دل بھی
جس سے کہ عیاں شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب بابو عبدالغفور صاحب غزالی نصیر آبادی

کامل ہیں جو فرمانِ رضا دیکھ رہے ہیں
مقبول ہیں جو شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم کیا کہیں کیا جانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کہتے ہیں جسے شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

اے میکشو جی بھر کے پیو شوق سے آکر
اب جوش پہ عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں

دربارِ رسالت میں صحابہ نے جو دیکھا
وہ لطف غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

رضواں تری جنت سے غرض انکو نہیں جو
دل میں رخِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

بحرِ غمِ عصیاں سے انہیں خوف ہو کیوں کر
جو ہاتھ میں دامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

دنیا کے حسینوں سے سروکار نہیں ہے
ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

مدہوش ہیں پی پی کے مئے حُبِّ شکوری
کیا وجد میں مستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

شک اس میں ذرا بھی نہیں واللہ غزالی
ہر سر پہ اک احسان رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب مجاہد صاحب سکندر آبادی

کونین بدامانِ رضا دیکھ رہے ہیں
سب کچھ یہ غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

عرفان کی ضیا کوثر و تسنیم کی مستی — اس بزم میں مستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

حورانِ بہشتی ہوں ملائک ہوں بشر ہوں — محشر میں سبھی شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

دل داغوں سے روشن ہے مگر زخموں سے رنگیں — ہر گھر میں گلستانِ رضا دیکھ رہے ہیں!

ہو ہو کے بیخود حلقۂ گیسو میں گرفتار — اک لطف اسیرانِ رضا دیکھ رہے ہیں

آگاہ ہیں جو سوزِ محبت سے مجاہد
وہ سعیٔ نمکدانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از ضامن علی صاحب ضامن بخاری راولپنڈی

اللہ رے فرقت میں یہ کیا دیکھ رہے ہیں — خلوت میں بھی جلوت کا مزا دیکھ رہے ہیں

اے ساقیٔ میخانہ پلا بادۂ عرفان! — چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا دیکھ رہے ہیں

یہ شوقِ تصور ہے کہ ہے اصل حقیقت — ہر شے میں تجھے جلوہ نما دیکھ رہے ہیں

کیونکر نہ منور ہو مرا پیکرِ ہستی — ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

یا شاہ رضا کب درِ مقصود ملے گا — ہر شخص پہ ہم تیری عطا دیکھ رہے ہیں

ہر سو ہمیں آتا ہے نظر جلوہ کسی کا — دنیائے تصور میں یہ کیا دیکھ رہے ہیں

ضامن یہ عجب حال ہے فرقت میں کسی کی
ہم تو اثرِ آہِ رسا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب حکیم محمود علی صاحب محمودؔ سکندآبادی

جو جنبشِ مژگانِ رضا دیکھ رہے ہیں!
رگ رگ میں وہ پیکانِ رضا دیکھ رہے ہیں

دنیا پہ ہم احسانِ رضا دیکھ رہے ہیں
ہر رنگ میں فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

حاصل تمھیں جنت ہیں لذتیں کچھ سوزشِ غم کی
وہ لطفِ فراوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

رضواں کو مبارک رہیں جنت کی فضائیں
ہم حسنِ گلستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

مدہوش ہے اک جامِ شکوری سے زمانہ
کسی اوج پہ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

جو معرفتِ حق کی پرکھ رکھتے ہیں زاہد
وہ گوہرِ عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں

محمودؔ ہر اک نجم میں ہر ذرہ میں گل میں
عکسِ رخِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب نشترؔ صاحب سکندآبادی

خیال توبہ دل میں فکرِ ترکِ ماسوئی دل میں
حقیقت جلوہ گر آنکھوں میں عشقِ بوالعلا دل میں

زباں پر نامِ فخر العارفین یادِ خدا دل میں
عقیدت اُنکی دل میں درد دل میں ہے وفا دل میں

بڑی دولت لیے بیٹھا ہے شیدائے رضا دل میں

نہ شوقِ زہد تھا دل میں نہ ذوقِ اتقا دل میں　　بھرا رہتا تھا ہر لمحہ خیالِ ماسوا دل میں
تخیل بھی حقیقت کا نہ آتا تھا ذرا دل میں　　ہیں جب سے جلوہ فرما حضرتِ شاہِ رضا دل میں
نظر آتی ہے اک دنیائے عالم نیا دل میں

نظر سے جسکی دل روشن ہوئے آنکھیں ہوئیں بینا　　کیا ہاتھوں سے جس نے غربت کا چاک ہر پردہ
دیا درسِ محبت جس نے ذوقِ معرفت بخشا　　بیک ساعت بدل ڈالی تھی جس نے کفر کی دنیا
وہی ہے حق نما و حق نگر حق آشنا دل میں

مجھے بیخود کرے گی کیا شرابِ خام اے ساقی　　میں ایسی پی کے دنیا میں ہوں کیوں بدنام اے ساقی
میں ہوں میخانۂ جیلاں کا مے آشام اے ساقی　　مجھے کیا ساغر و مینا سے تیرے جام اے ساقی
بھرے بیٹھا ہوں صہبائے وفائے بوالعلا دل میں

تپش ہو اضطرابی ہو خلش ہو رنجِ فرقت ہو　　کھٹک کچھ نوکِ مژگاں کی ہو یا پیکارِ حسرت ہو
تمہاری یاد ہو نسبت ہو یا جوشِ عقیدت ہو　　تمنا ہو تمہاری درد و غم ہو محبت ہو!
کلیجہ کوئی ملتا ہے غرض بیٹھا ہوا دل میں

تخیل کاکلِ مشکیں کا کتنا لطف دیتا ہے　　جبیں کا انکی نقش کچھ نرالا لطف دیتا ہے
تصورِ حسنِ رخ کا مجھکو کیا کیا لطف دیتا ہے　　نہ پوچھو ہم سے کیا انکا سراپا لطف دیتا ہے
کبھی ہے دل خود آئینہ کبھی ہے آئینہ دل میں

محبت کسکی ہے مجھکو رہوں کسکے لئے مضطر　　سکونِ قلب بھی حاصل خطِ روح بھی یکسر
مرے جوشِ عقیدت نے کئے آباد دونوں گھر　　طبیعت کسکو چاہے اب ملے کس سے نظر نشتر

رضا ہیں مری آنکھوں میں تمنائے رضا دل میں

غزل

ازجناب قاضی بشیر الدین صاحب دانش سکندرآبادی

سکونِ دل سمجھتے ہیں قرارِ دل سمجھتے ہیں
تجھے کیا کیا نہ ہم اے مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

نہ زاہد جانتے اور نہ اہلِ دل سمجھتے ہیں
تجھے تیری نگاہِ ناز کے بسمل سمجھتے ہیں

ہماری آرزو تو ہے ہمارا مدعا تو ہے!
تجھی کو زندگی کا اپنی ہم حاصل سمجھتے ہیں

شریعت کا طریقت معرفت کا اور حقیقت کا
مکمل تجھکو ہم اے مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

ہم اتنا جانتے ہیں تجھکو تو رازِ الٰہی ہے
حقیقت کو حضورِ احمدِ مرسل سمجھتے ہیں!

ترا چہرہ کتابِ حق ہے رخسار ہیں سیپارے
ترا اسمِ گرامی ورد کے قابل سمجھتے ہیں

ترا مقصود حورانِ جناں باغِ ارم زاہد!
ہم اپنی منزلِ مقصود سے زرا کھیل سمجھتے ہیں

کسی کے روئے تاباں کی ضیا ہے خانۂ دل میں
اب اسکو ہم تجلیات کی محفل سمجھتے ہیں

چمک جاتے ہیں جو برقِ نظر سے پیر و مرشد کی
انہی ذرات کو ہم پارہ ہائے دل سمجھتے ہیں

دل پر درد ہو یا پرسکون ہو اس سے کیا مطلب
فدا جو تجھ پہ ہو جائے اسے ہم دل سمجھتے ہیں

مرے ہر موئے تن میں جب سے تیری آرزو پھیلی
تجھے جو دیکھتے ہیں وہ سراپا دل سمجھتے ہیں

ہملا ابھی تو دربارِ جہانگیری میں حصہ ہے
ہمیں بھی اپنا خادم مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

مرادِ دل ہوا کرتی ہے کیونکر کسطرح پوری
ترے در کے ترے در باں کے سائل سمجھتے ہیں

ترے خدام کی سیرت فرشتوں سے مشابہ ہے
ترا دربار ہم فردوس کی محفل سمجھتے ہیں

منے عرض تمنا کیا کریں ہمدم
ہمیں معلوم ہے وہ مدعائے دل سمجھتے ہیں

ہے یہ طوطئ باغ جہانگیری
مقدم میرے دلکو طائران دل سمجھتے ہیں

غزل

از جناب نشتر مقتدری صاحب سکندرآبادی

د کاکلِ پیچانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کچھ جنبشِ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

م قوتِ عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کچھ اہلِ نظر شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

م صدق کو شایانِ رضا دیکھ رہے ہیں
ہم خلق فراوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

م قوتِ ایمانِ رضا دیکھ رہے ہیں
ہم عالمِ عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہر رنگ میں اک شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

قتہ یہ کھلا اپنی نظر کی تگ و دو سے
ہے حسن فزوں آپکا خورشید کی ضو سے

سینکڑوں روشن ہوئے اس شمع کی لو سے
کیا اپنی نگاہیں وہ ملائیں مہ نو سے

جو سوئے گریبانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہاتھ میں حضرت کے ہے فرمانِ شریعت
اک ہاتھ میں ہے شمعِ درخشانِ حقیقت

نو میں جھلکتا ہے خمارِ مئے وحدت
منہ چومتی ہے بڑھکے خود اللہ کی قدرت

حیرت سے ملک شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

خورشیدِ قیامت کا گنہگاروں کو کیا ڈر — کچھ زد فرشتوں کا بھی چلتا نہیں ان پر
ہے سامنے آنکھوں کے عجب طرح کا منظر — ہم رحمتِ خالق کو برستا سراسر

وابستہ دامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

آنکھوں میں ہیں حسنِ رخِ پُرنور کے جلوے — گویا کہ وہ ہیں جلوہ نما سامنے اپنے
بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں جذبے مرے دل کے — کرتا ہوں طوافِ درِ اقدس کبھی سجدے

حالت مری دربانِ رضا دیکھ رہے ہیں

بڑھتا ہے سکوں حد فراواں کی قسم ہے — ملتا ہے سکوں جنبشِ مژگاں کی قسم ہے
اک کیف ہے حاصل خلشِ جاں کی قسم ہے — ہر زخم کی ہر شورشِ پنہاں کی قسم ہے

ممنونِ نگہبانِ رضا دیکھ رہے ہیں

گردش وہ نظر کی کہ ہے دنیا میں تلاطم — مسحورِ زمانہ ہے وہ اندازِ تکلم!
وہ خلق وہ تکریم تواضع وہ ترحم — وہ حسن وہ مستی بھری آنکھیں وہ تبسم

کیا کیا نہ ادادانِ رضا دیکھ رہے ہیں

جس سمت نظر پھرتی ہے پھر جاتا ہے کعبہ — عالم کا اشاروں میں بدل جاتا ہے نقشہ
حق آشنا آنکھوں سے نہ کچھ راز نہ پردہ — وہ معرفت آگاہ ہیں سمجھے ہیں یہ نکتہ

جو قوتِ ایمانِ رضا دیکھ رہے ہیں

میں تو یہ سمجھتا ہوں عقیدت کی بنا پر — ہے آستاں حضرت کا حج کعبہ سے بڑھ کر
ہر لحظہ ہے اک زندگیٔ تازہ میسر — اک عالمِ بیتابی میں سجدے مرے نشتر

سمت در ایوان رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب مولا بخش صاحب شاہجہانپوری

کیا کہوں کیونکر کہوں قسمت ہے لاثانی مری　　قابلِ سنگِ درِ مرشد ہے پیشانی مری
حشر میں اب کیوں بڑھیگی یہ پشیمانی مری　　ہاتھ میں شاہِ رضا کے ہے نگہبانی مری
ہر مصیبت میں رہے ہیں وہ مرے فریاد رس　　اور ہمیشہ آپ نے کی ہے نگہبانی مری
ایک جاں ہے نذر کرنے کے لئے جاتا ہوں میں　　یا خدا مقبول ہو جائے یہ قربانی مری
دردِ الفت کا مداوا ہوگا کب شاہ رضا　　اور بڑھتی جائیگی کبتک پریشانی مری
آگے چلکر دیکھیے کیا رنگ لائے شوقِ دید　　خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے حیرانی مری

ہاتھ میں دامن ہے انکا خوف کیا مولا مجھے
حل مصیبت وہ کرینگے خود یہ آسانی مری

غزل

از جناب خواجہ اکبر حسین صاحب اکبر اجمیری

مشہور ہے عالم میں سرکارِ جہانگیری　　آباد رہے یارب دربارِ جہانگیری

مخمور ہے وحدت میخوار جہانگیری | اللہ رے اے خانۂ خمار جہانگیری

اللہ کی قدرت کے دیکھے کوئی نظارے | ہر شے سے نمایاں ہیں انوار جہانگیری

کیا غم ہے اگر اکبر گھیرا ہے مصیبت نے

ہیں تیری حمایت پر سرکار جہانگیری

غزل

از جناب صاحبزادہ صاحب مولانا عبد الستار رضا صاحب تیغ

چوکھٹ ملی جو شیخ کی سب کچھ ملا مجھے | راہ خدا ملی کہ خدا مل گیا مجھے

اللہ کے کرم کا صلہ مل گیا مجھے! | در آپ کا جو مل گیا شاہ رضا مجھے

رہتی ہے دل میں یاد رخ بے مثال کی | یہ خوب مشغلہ مرے مولا دیا مجھے

اب کوئی مجھ کو شکوۂ بیداد ہی نہیں | سب کچھ دیا جو درد محبت دیا مجھے

ہر شعر آب و تاب میں ہے تیغ آبدار

قسمت ہوئی ہے یوں ترے در کی عطا مجھے

غزل

از مولانا محشر صاحب بہاری

شکر ہے کہ اس حسین پر دل مرا مائل ہوا | جو خدائی میں خدا کا مظہر کامل ہوا

جس نے تھاما انکا دامن حق سے وہ واصل ہوا
پڑ گئی جس پر نظر انکی وہی کامل ہوا!

اسم اعظم ہی سمجھتا ہوں میں اسم یار کو!
اسلئے میں یار ہی کے نام کا عامل ہوا

خاک میں دانہ ملا تو نخل بار آور ہوا
جب فنا حاصل ہوئی تو مدعا حاصل ہوا

وہ تجلی گاہ ہے اور یہ ہے مسکن یار کا
یہ تو کہئے طور سینا کب جواب دل ہوا

شکر ہے محشر کہ میں ہوں خادم شاہ شکور
ذرہ ذرہ جس کے کوچہ کا مہ کامل ہوا

غزل

جناب شفاعت صاحب شہباز نگری

اب دیکھ کے دنیا بھی یہ کہنے لگی مجھکو
عالم سے نرالا ہے یہ دیوانہ رضا کا

دنیا کو دکھا دونگا جو وحشت بڑھی میری
میں وہ ہوں جسے کہتے ہیں دیوانہ رضا کا

کرتا ہے شفاعت بھی یہ حق سے دعا ساقی
یارب رہے آباد یہ میخانہ رضا کا

غزل

جناب مظہر علی صاحب اثر شہباز نگری

کیا عجب مقبول ہو جائے ثنا خوانی مری
عرس ہے شاہ رضا کا منقبت خوانی مری

ہے ازل سے عشق میں یہ روح مستانی مری — اسلئے ہے عقل بھی الفت میں دیوانی مری
کب بر آئیگی مری امید کب ہوگا وصال — میرے مولا کب یہ جائیگی پریشانی مری
میری کشتی ہے بھنور میں جوش پہ دریائے غم — وقت ہے امداد کا یا غوثِ صمدانی مری
ابرِ رحمت چھا گیا موزونیٔ جذبات میں
فضلِ سبحاں پیر ہیں نسبت ہیں رحمانی مری

غزل

جناب نظیم صاحب شاہجہانپوری

کام آئی حشر میں شانِ پشیمانی مری — مسکرا کر چوم لی رحمت نے پیشانی مری
کوئی دیکھے تو سہی یہ ارتباطِ حسن و عشق — آئینہ وہ بن گئے دیکھی جو حیرانی مری
مرجعِ مقصود شاید آگیا ہے اب قریب — کیوں مرے سجدوں میں چھپ جاتی ہے پیشانی مری
وہ نہیں ملتے تو انکو ڈھونڈتی ہے چشمِ شوق — وہ جو ملجائے تو بڑھتی ہے پریشانی مری
مجھ کو دیوانہ سمجھ کر لے لیا آغوش میں — حشر کے دن کام آئی چاک دامانی مری
ایک سجدہ انکے در کا روحِ ایماں بن گیا — حضرتِ زاہد نے دیکھی کفر سامانی مری
بیخودیٔ عشق یہ کیا راز ہے تو ہی بتا
میں ہوں دیوانہ کسی کا خلق دیوانی مری

غزل

از جناب بابو نور بخش صاحب فرحت شاہجہانپوری

سنگ در پر صرفِ سجدہ ہے یہ پیشانی مری — جلوہ گاہِ ناز اور تصویرِ حیرانی مری
مضطرب انداز دل تاثیرِ روحانی مری — بڑھ گئی حد سے فزوں افتاد سامانی مری
اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

آپ نے نظارۂ برقِ تجلی کر لیا — بے حجابِ راز ہو کر دل شکیبا کر لیا
گوہرِ مقصود پایا عہد پورا کر لیا — خود تماشائی بنے خود کو تماشا کر لیا
اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

وصف کچھ شاہ رضا کرتا ہوں یوں اشعار میں — فیض کا شہرہ سنا ہے کوچہ و بازار میں
مدح خوانی کی تمنا ہے تری سرکار میں — نغمہ زن ہے آج فرحت شاہ کے دربار میں
اب درِ شاہ رضا ہے اور پیشانی مری

غزل

از جناب وفاتی صاحب شہباز نگری

غور سے سن لیجئے یا پیر لاثانی مری — غیر سے جا کر کہوں میں یہ ہے نادانی مری
حسرتیں نکلیں ہیں سب بس اک حسرت اور ہے — چاہتا ہے دل کہ ہو منظور دربانی مری

اب خدا کیواسطے اتنا کرم فرمایے — آپ ہی کے در پہ ہے ہر دم یہ پیشانی مری
آپ ہیں اللہ والے آپ ہی کے فیض سے — مشکلیں حل ہوگئیں قسمت ہے لاثانی مری
ہے زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی شاہ رضا — جان پر اب بن گئی رکھنا نگہبانی مری

یا الٰہی ہے تمنا اب وفائی کی یہی
وقتِ مردن روح بھی نکلے بہ آسانی مری

غزل

از جناب خواجہ اکبر حسین صاحب اکبر اجمیری

کیوں نہ ہوتی ہم کو الفت شاہ رضا — ملتی جلتی ہے کسی کی صورت شاہ رضا
آنکھ والے چل کے دیکھیں شوکت شاہ رضا — نور پاشی کر رہی ہے تربت شاہ رضا
میکشان بادۂ وحدت کے پھر ہیں جمگھٹے — جوش پر ہے ان دنوں پھر رحمت شاہ رضا
جو بھی لکھنا چاہے لکھدے وہ ابھی تقدیر میں — اسپہ بھی ہے قادر قدرت شاہ رضا
*دلکی دلیں ہوگئیں تاراج دل کی حسرتیں — دیکھیں اب کیا رنگ لائے فرقت شاہ رضا

آپ ہی فرمائیں اکبر میکشوں سے بحث کیا
کرتے ہیں اہل عقیدت عظمت شاہ رضا

---

* بارگاہ ایزدی میں وہ مقرب ہو گیا — ہو گئی جس کو میسر قربت شاہ رضا

غزل

از جناب مولانا نور محمد شاہ صاحب نصیر آبادی

اک زمانہ مجھ کو کہتا ہے ثناخوانِ رضا
میں قیامت میں رہوں گا زیرِ دامانِ رضا

جمع ہو کر کہہ رہے ہیں یہ محبانِ رضا
ہے جبیں سائی کو کافی سنگِ ایوانِ رضا

نشۂ الفت سے چکنا چور کر ڈالو مجھے!
اپنے ہاتھوں سے پلا دو جامِ عرفانِ رضا

غزل

از جناب مولانا امتیاز احمد صاحب بیتاب اجمیری

اللہ اللہ یہ عروج و عظمتِ شاہ رضا
عرش تک پہنچی ہے بڑھ کر نسبتِ شاہِ رضا

مظہرِ انوارِ حق ہے صورتِ شاہِ رضا
مظہرِ اسرارِ حق ہے سیرتِ شاہِ رضا

باعثِ قربِ خدا ہے قربتِ شاہِ رضا
نسبتِ ربِ العلیٰ ہے نسبتِ شاہِ رضا

واقفِ رمزِ شریعت کاشفِ اسرارِ غیب
شاہِ اقلیمِ ولایت حضرتِ شاہِ رضا

ہو عطا توفیقِ تسلیم و رضا یارب مجھے
بہرِ شاہ بوالعلا حضرتِ شاہِ رضا

مست ہو جائے نہ کیوں بیتاب بزمِ عرس میں
لکھنؤ سے آ رہی ہے نکہتِ شاہِ رضا

———

غزل

از جناب عبد الصمد صاحب تسلیم نصیر آبادی

ہاں جمالِ کبریا ہے سر بسر رویت تری — چشم باطن سے مگر دیکھے کوئی صورت تری

اللہ اللہ خاکسارانِ محبت کا عروج — لے اڑی سب کو سرِ عرش پہ چاہت تری

شوق نے چشم تصور کو دکھائے وہ کمال — جس طرف ڈالی نظر آئی نظر صورت تری

اس بشر کی منزلت کا عشق میں کیا پوچھنا — جس کے دل میں درد بن کر رہ گئی تری

دل میں اس انداز کے جلوے کہاں موجود تھے — اس سیہ خانہ کو روشن کر گئی جلوت تری

دیکھ کر تسلیم کو مخلوق سب حیران ہے
ایک ایسا بے عمل اس پر ہے یہ رحمت تری

غزل

از جناب صاحبزادہ صاحب اجازت عبد الستار صاحب تیغ

تم رحمتِ عالم شاہِ ہدیٰ یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

تم کعبۂ کل تم قبلہ نما یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

کیا مجھ سے رقم ہو وصف شہا یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

انوارِ حقیقت کی ہو ضیا یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

جو الفت میں جاں کھوتے ہیں وہ لطف بقا کا پاتے ہیں
ہے فیض تمہارا اصل عطا یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

اب پار لگا دو بیڑا میرا عصیاں کے بھنور میں آ کے پھنسا
نہیں کوئی وسیلہ تیرے سوا یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

ہر زخم جگر میں اے مولا ہے نورِ حقیقت کا جلوہ
ہے تیغ نگہ کی تیغ ادا یا شاہِ رضا یا شاہِ رضا

غزل

از جناب نذر محمد صاحب نظر اجمیری

دل ازل سے ہے مرا سو جان قربانِ رضا ۔ کر دیا دل کو فدائے روئے تابانِ رضا
جس کو دیکھا خوشہ میں دیکھا اس گلزار کا ۔ کس قدر شاداب ہے یارب گلستانِ رضا
کیوں نہ ہو جاؤں میں صدقے آپ پر شاہ نکور ۔ دیکھتا ہوں میں سراپا آپ میں شانِ رضا

قد بدر پہونچنے سے ہم کو واسطہ کیا اے نظر
چبہ سائی کو ہے کافی سنگِ ایوانِ رضا

غزل

از جناب مولانا محشرؔ صاحب بہلی

تمنا بن کے جب دل میں مدحِ پاکِ رضا آیا — دلِ حسرت زدہ میں تذکرہ احسانِ رضا آیا
مٹائی کفر کی ظلمت ضیائے نورِ عرفاں سے — نصیب آباد میں جب ماہِ تابانِ رضا آیا
ازل سے حق تعالیٰ نے بنایا ہے امیں مجھکو — میں لیکر عالمِ امکاں میں امانِ رضا آیا
اسی در پر ہجومِ عاشقاں ہے صورتِ کعبہ — زمانہ دیکھنے کو جلوۂ شانِ رضا آیا
ہمارے ملکِ دل خشک کشتِ آرزو کیوں ہو — اسے سرسبز کرنے ابرِ بارانِ رضا آیا

مقدر کی رسائی ہے کہ ہے سرکار کی رحمت
سگِ دربارِ عالی محشرِؔ راسخ بیاں آیا

غزل

از جناب حضرت شاہ محمد عمر رضا صاحب رضوی

بخشی ہے مجھکو حق نے قربت شاہِ رضا کی — محسوس کر رہا ہوں رحمت شاہِ رضا کی
قابل کے آستاں سے عرفان مل رہا ہے — تقسیم ہو رہی ہے دولت شاہِ رضا کی
تیری سمجھ کی حد سے باہر ہے بات واعظ — اللہ جانتا ہے عظمت شاہِ رضا کی
جو اضطراب دل ہے وہی سکوں بنا ہے — کیا لطف دے رہی ہے فرقت شاہِ رضا کی

ہوش حواس گم ہیں کوئی نہیں ہوا کیا
کیا ہو گئی ہے تم کو الفت شہ رضا کی

غزل

...ے کر عقیدتیں درِ غوث الوری سے ہم — کیا اختیار لائے ہیں عرشِ علی سے ہم
اب کیا کرینگے بادۂ کوثر کے جام کو — مخمور ہیں جو بادۂ حبِ رضا سے ہم
آگاہ کر دیا کرم بے حساب نے — واقف ہیں سرِ محفلِ انی انا سے ہم
...س بزم کائنات کو روشن کرے خدا — نو پیرے رہے ہیں رخِ پرضیا سے ہم

روحی ہے ہم کو حسنِ حقیقی سے واسطہ
رکھتے نہیں غرض کسی ماہ لقا سے ہم

غزل

از نشتر مقتدری سکندرآبادی

آئینۂ کمالِ حسن آفرین رضا ہیں — دنیا کی سرزمین پر ماہِ مبین رضا ہیں
منہ چومتے ہیں جلوے وہ نازنیں ضیا ہیں — خورشید در قبا ہیں مہر درخشین رضا ہیں
میں اس حسین کے صدقے ایسے حسیں رضا ہیں

جادہ نمائے حق ہیں ہادی دیں رضا ہیں
سالار کاروانِ اہلِ یقیں رضا ہیں :

وہ راز کون سمجھے جس کے رضا ہیں
آنکھوں میں جلوہ گر ہیں دل میں مکیں رضا ہیں

ڈھونڈا جہاں بھی ہم نے دیکھا وہیں رضا ہیں

خورشید رُخ رضا ہیں زہرہ جبیں رضا ہیں
سو ناز جس پہ قرباں وہ نازنیں رضا ہیں

گردونِ معرفت کے ماہِ مبیں رضا ہیں
میں تو یہی کہوں گا حسنِ یقیں رضا ہیں

ایسے حسیں کہاں ہیں جیسے حسیں رضا ہیں

وہ شانِ بزم جس کے مسند نشیں رضا ہیں
ایسا نظامِ گلشن گویا یہیں رضا ہیں۔

جذبات کہہ رہے ہیں دل میں مکیں رضا ہیں
پیشِ نگاہ یہ تو مانا نہیں رضا ہیں

لیکن جہاں بھی ہم ہیں اپنے قریں رضا ہیں

ہستی کو ان کی سمجھے جرأت کہاں کسی کی
ہر اک ادا سے ظاہر ہے شانِ دلبری کی

کچھ انتہا نظر کی حد ہے نہ آگہی کی !
تفسیر ہے بس اتنی حضرت کی زندگی کی

حقانیت ہے خاتم اس کے نگیں رضا ہیں

ہو گلشنِ طریقت یا محفلِ شریعت
فردوسِ معرفت ہو یا منزلِ حقیقت

خلوت کی انجمن ہو یا بارگاہِ وحدت
اے مرحبا یہ شانیں صد مرحبا یہ عظمت

جس سمت بھی نظر کی جلوہ گزیں رضا ہیں

کی نخلِ معرفت کی اس طرح آبیاری
بے چین ہو کے دنیا کھنچ آئی در پہ ساری

اخلاق کتنے عالی تبلیغ کتنی پیاری
پنہاں ہیں گو نظر سے لیکن ہے فیض جاری

اس درجہ پاسدارِ دینِ متیں رضا ہیں

ہے رشک اس نظر پہ دیکھے جو بیٹے انور   مسکیں پہ ہے جو ان کا وہ دل ہے خلد یکسر
اتنی میں فلک ہو رکھ دیں قدم جہاں پہ   اس انجمن کی قسمت اس بزم کا مقدر!

جس بزم وا انجمن میں مسند نشیں رضا ہیں

ہے رفتہ رفتہ دل میں جگہ محبت   کھنچ جاتا ہے خود انساں چیز ہے عقیدت
شاعری نہیں یہ واللہ ہے حقیقت   نسبت کے ہیں یہ معنی کہیے اسی کو نسبت

دل خود پکار اٹھے مجھ میں مکیں رضا ہیں

دن ہو کہ رات محوِ سوز و گداز ہوں میں   خود کو سمجھ چکا ہوں آگاہِ راز ہوں میں
مدہوشِ معرفت ہوں سرمستِ ناز ہوں میں   ہر فکر ماسوا سے اب بے نیاز ہوں میں

اس درجہ کیف بخش قلبِ حزیں رضا ہیں

جو اہلِ سلسلہ ہیں بے روک ٹوک آئیں   رکھتے ہیں جو عقیدت ان کو بھی ساتھ لائیں
رنجیدہ دل نہ ہوں کچھ عصیاں کا غم نہ کھائیں   ہو ہو کے خوش ملائک دیتے ہیں یہ ندائیں

زینت فزودِ بزمِ خلدِ بریں رضا ہیں۔

غزل

از حضرت نشتر مقتدری

خورشید کیا ہے خاک پیمانۂ رضا کا   کوثر ہے ایک چشمہ میخانۂ رضا کا،

جنت کو کہیے نقشِ کاشانۂ رضا کا　　مہتاب عکسِ حسنِ جانانۂ رضا کا
عنوان اک نہیں ہے افسانۂ رضا کا

قطرہ ہر ایک دریا پیمانۂ رضا کا　　ہر ذرہ مہرِ انور میخانۂ رضا کا
ہر گوشہ باغِ جنت کاشانۂ رضا کا　　محشر بکف صحرا دیوانۂ رضا کا
اتنا سا ہے خلاصہ افسانۂ رضا کا

عاشق ہے جب سے حسنِ جانانۂ رضا کا　　کیفی بنا ہے جب سے پیمانۂ رضا کا
درماں ہے جب سے بزمِ شاہانۂ رضا کا　　در جب سے مل گیا ہے کاشانۂ رضا کا
سر ہے فلک سے اونچا دیوانۂ رضا کا

کیا شمع کی حقیقت ڈالے جو نظر اس پر　　جلووں سے کھیلتا ہے جذبات کا یہ پیکر
بلبل نگاہ اس کے ایسے ہیں لاکھ منظر　　جلتا ہے عشق بن کر اٹھتا ہے حسن پیکر
دیکھے تو سوز کوئی پروانۂ رضا کا

وہ زلف جس کی خوشبو عنبر سے بھی فزوں تر　　وہ چشم مست گویا مے سے بھرا ہے ساغر
گفتار وہ کہ جس سے دنیا ہوئی مسخر　　وہ حسن وہ صباحت وہ قد وہ روئے انور
دیباچہ لکھ رہا ہوں افسانۂ رضا کا

سینوں میں آگ پنہاں رگ رگ میں اک حرارت　　ہر لحظہ محوِ گریہ ہر لمحہ صرفِ وحشت
مستی و بیخودی و نظارگی و حیرت　　آنکھیں ہیں اور جلوے دل اور جوشِ وحشت
عالم ہے حشر ساماں دیوانۂ رضا کا

دل معرفت کا مسکن آنکھ اسکی جلوہ ساماں   ظاہر جنونِ عشق باطن تمام تاباں ۶
ندانندہ کہ جس سے حیراں ہے عقلِ انساں   زاہد بھی دم بخود ہے واعظ بھی ہے پریشاں
سمجھا نہ راز کوئی دیوانۂ رضاء کا

لایا ہوں پھول چن کر بغداد کے چمن سے   نکہت ابوالعلا کے رنگین پیرہن سے
جلوے لئے ہیں میں نے یثرب کی انجمن سے   دُر بھی لئے ہیں نشتر کچھ قلزمِ سخن سے
ساماں کیا ہے کیا کیا ندانۂ رضاء کا

دیگر

باعث تسکین دل ہے بعہ گردانی مری   ہے پسند خاطر حق منقبت خوانی مری
بڑھتی ہی جاتی ہے کیفیاتِ روحانی مری   نور سے بالا نہ ہو کیوں جلوہ سامانی مری
ہے تجلیات کی معراج پیشانی مری

ان سمجھے عشق میں وحشت بداماتی مری   رکھتی ہے اک راز پنہاں خانۂ ویرانی مری
مشکلیں راحت میں آسانی ہے نادانی مری   غم سے خوش کس قدر فطرت ہے دیوانی مری
درد گھٹتا ہے تو بڑھتی ہے پریشانی مری

چشم حق بیں ہے مری جلوہ سامانی مری   ہے مرا حسن تکلم یہ ثنا خوانی مری
دل درد آشنا یہ شکلِ نورانی مری   کھینچ کر دینا ازل تصویرِ لاثانی مری
چوم لی خود صانع قدرت نے پیشانی مری

دور از وہم و خرد ہے جلوہ سامانی مری — کیا سمجھ میں آئیں کیفیات عرفانی مری ؟
ہو گئی بیدار کل دنیائے روحانی مری — جب سے دیکھا ہے تجھے ہے عقل دیوانی مری
آئینہ ہے خود مری آنکھوں کی حیرانی مری

مشکلیں جتنی راہِ الفت میں آئی تھیں ٹل گئیں — اب نہ آنکھیں اشکبار اپنی نہ اپنا دل حزیں
اس کی رحمت دیکھ کر مصروف سجدہ ہے جبیں — حشر میں عصیاں کی مجھ سے کوئی پرسش ہی نہیں
بن گئی پردہ گناہوں کا پشیمانی مری

جب تھی گردش کار فرما دیدۂ مخمور کی — سننے والا سن رہا تھا جب صدائیں دور کی
گر رہی تھیں بجلیاں جب عارضِ پرنور کی — جگمگا اٹھی تھیں لشکر جب دنیا طور کی
ڈھونڈتی ہیں پھر انہی جلووں کو حیرانی مری

غزل

(از جناب ناوکؔ شاہجہانپوری)

ذی ہوش بھی مدہوش بھی دیوانہ رضا کا — دو رنگ لئے رہتا ہے مستانہ رضا کا
آیا جو نظر جلوۂ مستانہ رضا کا — سو جان سے میں ہو گیا دیوانہ رضا کا
جب چاہیں پئیں ساغرِ صہبائے محبت — ہر وقت کھلا رہتا ہے میخانہ رضا کا
اسرار مے عشق زبان پر نہیں آتا — دیوانہ بھی ہے وہ ہے فرزانہ رضا کا
ہم ہوش سے بیہوش ہی ہو جائیں تو اچھا — گردش میں کہیں آئے تو پیمانہ رضا کا

اسرارِ حقیقت سے جو آگاہ نہیں ہے — وہ کیسے سمجھ سکتا ہے افسانہ رضا کا
ہے سب سے جدا اور نرالی یہ عبادت — ہم ذکر کیا کرتے ہیں روزانہ رضا کا
جو سجدہ کناں دیر و حرم میں رہے برسوں — اب ان کی جبین اور ہے کاشانہ رضا کا

ناوک ترے سب پیر کی گلیوں میں ملینگے
صحرا میں نہیں ایک بھی دیوانہ رضا کا

غزل

از جناب ماسٹر اکرام خانصاحب شاہجہانپوری

جنت ہی میں جائیگا وہ مستانہ رضا کا — جس نے بھی پیا شوق سے پیمانہ رضا کا
ہر جن و بشر کے ہے زباں پر یہی جاری — عالم سے نرالا ہے یہ مستانہ رضا کا
جانبازوں کا دیکھو تو تماشا سر محفل — کیوں شمع صفت جلتا ہے پروانہ رضا کا
یہ مرتبہ اللہ نے بخشا ہے انہی کو! — ہے عرش سے ملتا ہوا کاشانہ رضا کا

اک بار جو دیکھ آئے کہے گا وہ یہ اکرام
دربار بھی دربار ہے شاہانہ رضا کا!

غزل

از جناب اسحاق صاحب رائے بریلوی

لتدے دربار ہے شاہانہ رضا کا — سب جن و بشر لائے ہیں نذرانہ رضا کا

اس شان سے جمکا رخ جانانہ رضا کا ۔۔۔ سجدے وہیں کرنے لگا دیوانہ رضا کا
ساقی ترے قربان دیجا تو مجھے کہہ کر ۔۔۔ پیمانہ رضا کا ہے یہ پیمانہ رضا کا

استحاق سدھاری ہے مری زیست بھی صدقے
کیونکر نہ زبان پہ رہے یہ افسانہ رضا کا

غزل

از جناب منشی جوہر صاحب شاہجہانپوری

کیا خوب یہ انداز ہے شاہانہ رضا کا ۔۔۔ حوران جہاں دیتی ہیں نذرانہ رضا کا
وحدت کا چھلکتا ہوا دہ جام ساقی ۔۔۔ مستی میں ہے جھومتا مستانہ رضا کا
الفت کا جنوں دیکھ کے یہ کہتی ہے دنیا ۔۔۔ عالم سے نرالا ہے دیوانہ رضا کا

کچھ پھول عقیدت کے ہیں لایا ہے جوہر
سن کر چلا آیا ہے افسانہ رضا کا

غزل

از جناب بشیر علی صاحب گرگر شاہجہانپوری

یہ عرس کا جلسہ ہے جو سالانہ رضا کا ۔۔۔ دربار یہاں ہوتا ہے شاہانہ رضا کا
چلتا ہی رہے مستوں میں پیمانہ رضا کا ۔۔۔ تا حشر یہ جاری رہے میخانہ رضا کا

اٹھنے لگیں وہ دیکھئے رحمت کی گھٹائیں — مستوں کو مبارک ہو یہ میخانہ رضا کا

بیٹھے ہیں وہ مسند پہ گویا شمع ہے روشن — ہر شخص ہے اس بزم میں پروانہ رضا کا

وہ محوِ تماشا ہیں یہ ہے طرفہ تماشا — محشر میں چلا آیا ہے دیوانہ رضا کا

گر زُہد مجھے کیا غم مری جاگیر ہے جنت
رضواں کو دکھا دوں گا میں پروانہ رضا کا

غزل

از جناب نشتر صاحب بدایونی *

فردوس نظر رہتا ہے کاشانہ رضا کا — دربار ہے پُر نور وہ شاہانہ رضا کا

شاید کہ مجھے مل گئی کونین کی دولت — ساقی نے دیا مجھکو جو پیمانہ رضا کا

دامانِ گریباں اسے ہوش کہاں ہے — غافل بھی ہے ہشیار بھی دیوانہ رضا کا

فردوس سے زہرہ کے یہ آتی ہیں صدائیں — آملہ ہے عجب دھوم سے پیمانہ رضا کا

ہر رنگ کی ملتی ہے یہاں سے مئے توحید — دیکھیں تو ذرا شیخ بھی میخانہ رضا کا

عقل و خرد و ہوش کا عالم ہے تو یہ — کیا ہوش سے بیگانہ ہے دیوانہ رضا کا

معلوم نہیں آپ کو یہ حضرتِ نشتر
وابستہ تقدیر ہے دیوانہ رضا کا

غزل

از جناب قیصر صاحب شہباز نگری

لو میں بھی ہوا جاتا ہوں دیوانہ رضا کا
سنتا ہوں بڑے غور سے افسانہ رضا کا

کہہ دو کہ ذرا راہ سے ہٹ جائیں فرشتے
آتا ہے سنبھلتا ہوا دیوانہ رضا کا

محروم نہ لوٹا کبھی اس در سے کبھی بھی
ہر وقت ہے دریا کریمانہ رضا کا

جنت کی تمنا ہے نہ دنیا کی طلب ہے
مل جائے فقط مجھ کو جلو خانہ رضا کا

مستی ہے اسی مست کی مقبول جہاں میں
پی کر جو نکل آیا ہے پیمانہ رضا کا،

مایوس تمنا ہے نہ مصروف فغاں ہے
عالم سے نرالا ہے یہ دیوانہ رضا کا،

ہو جائیگا وہ شامل ارباب عقیدت
قیصر کو بھی مل جائے جو پیمانہ رضا کا،

غزل

از جناب منشی اقبال صاحب شہباز نگری

دیکھے جو کوئی جلوہ مستانہ رضا کا
ہو جائے زمانے میں وہ دیوانہ رضا کا

اس شرط سے پیتا ہوں اے ساقی وحدت
میخانہ شکوری ہو تو پیمانہ رضا کا،

یہ شمع بھی اک دن وانہ بنے گی
سرکار میں پروانہ ہوں پروانہ رضا کا

ہیں طوق و سلاسل نہ میرا چاک گریباں   عالم سے نرالا ہو مجھ دیوانہ رضا کا

غزل

از جناب مولابخش صاحب

جس لے کر پیا شوق سے پیمانہ رضا کا   کہتا ہے زمانہ لے سے مستانہ رضا کا
رضواں مجھے حسرت تھی فردوس بریں کی   جنت ہے مرے واسطے کاشانہ رضا کا
میخوار ذرا صبر کریں صبر سر بزم   آتا ہے ابھی دور میں پیمانہ رضا کا

کیوں کر نہ مجھے ناز ہو تقدیر پہ مولا
کیوں کر مرے گھر آگیا پیمانہ رضا کا

غزل

جناب رحیم بخش صاحب رحیم شہباز نگری

کس فیض تجلی پہ ہے میخانہ رضا کا،   ہر ذرہ نظر آتا ہے مستانہ رضا کا
بخشی ہے خدا نے انہیں وہ رفعت و عظمت   ہے ہفت سماوات پہ کاشانہ رضا کا
اب دامن صحرائے قیامت کی ہنیں خیر   آتا ہے بڑے جوش میں پیمانہ رضا کا
زاہد تجھے اک کیف کی دنیا ابھی ملتی،   اک بار جو پی لیتا تو پیمانہ رضا کا

محشر میں رحیم آتی ہے ہر سو سے یہ آواز
دیکھو تو کدھر جاتا ہے دیوانہ رضا کا،

غزل

از جناب منشی نظیر احمدؐ صاحب نظیرؔ شاہجہان پوری

تنویر سے معمور ہے میخانہ رضا کا ۔۔۔ سو طور لیے پھرتا ہے مستانہ رضا کا
مجبور ہوں اے جوشِ عقیدت کہ میں کیا کروں ۔۔۔ اللہ کا محبوب ہے دیوانہ رضا کا
ہو مرجعِ عالم وہ زمین کعبۂ مقصود ۔۔۔ سر رکھ دے جہاں جھوم کے دیوانہ رضا کا
بن جائیں گے اندازِ جنوں وجہ تسلی ۔۔۔ گذرے تو حدِ ہوش سے دیوانہ رضا کا
تعظیم و ادب شرط ہے اے محوِ عقیدت ۔۔۔ وہ دیکھ نظر آتا ہے کاشانہ رضا کا
پلکوں کی تمنا ہے کہ روضہ کی بہا لیں ۔۔۔ اے کاش نظر آئے جو کاشانہ رضا کا
پیمانے میں ہیں کوثر و تسنیم کی موجیں ۔۔۔ رشکِ مئے مغل ہے میخانہ رضا کا
اتنا تو کرم دستِ جنوں اور ہو مجھ پر ۔۔۔ دنیا مجھے کہنے لگے دیوانہ رضا کا

دل سے ہیں شب و روز نظیرؔ اپنی دعائیں
قائم رہے گا حشر میں دیوانہ رضا کا

غزل

از جناب سید احمد حسینؒ صاحب شوقؔ شاہجہانپوری

کامل ہے حقیقت میں وہ دیوانہ رضا کا ۔۔۔ جنت نظر آئے جسے کاشانہ رضا کا

اک شمع ہدایت ہے جلو خانہ رضا کا
دل کیوں نہ بنے وجد میں پروانہ رضا کا

ہر ذکر ہے دل کے لئے افسانہ رضا کا
ہر جام ہے مرے لئے پیمانہ رضا کا

پوچھے نہ مجھ سے کوئی میں کون ہوں کیا ہوں
دیوانہ رضا کا ہوں میں دیوانہ رضا کا

کچھ اور نظر آتی ہے کیفیت پیہم
ہر کیف سے پُر کیف ہے پیمانہ رضا کا

رہتی ہے شب و روز وہاں بارش انوار
قائم اسی محور پہ ہے میخانہ رضا کا

کیا شک ہے کامل کو بنا دیتا ہے اکمل
کچھ ایسا اثر رکھتا ہے پیمانہ رضا کا

بے کیف نہیں رہتا ہے مجلس میں کوئی شوق
ہے فیض رساں بزم میں پیمانہ رضا کا

غزل

از جناب حکیم عبدالرشید صاحب فہیم شاہجہانپوری

عاشق ہے وہی اور وہی دیوانہ رضا کا
ہر در کو سمجھتا ہو جو کاشانہ رضا کا

بے نور سہی دیدۂ بے آب کی دنیا
انوار سے معمور ہے کاشانہ رضا کا

دنیا کی مرادیں یہاں ہوتی ہیں پوری
اک مخزن فیضان ہے کاشانہ رضا کا

اللہ رے یہ شان بزرگی یہ صداقت
دل خود بھی ہوا جاتا ہے پروانہ رضا کا

دیوانے سے ہرگز نہ الجھ ناصح مشفق
دیوانہ بنا دیتا ہے دیوانہ رضا کا

پھر فرش سے تا عرش نظر آتے ہیں جلوے
ہوتا ہے دل بیجاں جو دیوانہ رضا کا

ہوں طالبِ دیدار یہ مرشد کا کرم ہے　　وہ سامنے آنکھوں کے ہے گلشنِ رضا کا

بے شبہ فہم آپ ہیں تقدیر کے یاور

ملتا ہے کسی بزم میں پیمانہ رضا کا

غزل

از جناب شاد شاہجہان پوری

پُر بادۂ وحدت سے ہے میخانہ رضا کا　　جان ان کی ہے اک جرعۂ رندانہ رضا کا

اک شیخِ حرم ہی نہیں دیوانہ رضا کا　　ہے شیفتہ ہر ساکنِ بتخانہ رضا کا

مشتاقِ حکایات ہے دیوانہ رضا کا　　للّٰہ سنا دیجیے افسانہ رضا کا

پینے کو چلا آئیگا ہر عابد و زاہد　　کوثر پہ چلے گا یہی پیمانہ رضا کا

رسوائے جہاں کر ہی دیا جوشِ جنوں نے　　اب نامورِ خلق ہے دیوانہ رضا کا

اے شاد کوئی بادیہ پیما بھی نہ پہنچا

باہر حدِ امکان سے ہے دیوانہ رضا کا

غزل

از جناب اشفاق حسین صاحب اشفاق شاہجہانپوری

پی کر ابھی آیا ہوں میں پیمانہ رضا کا　　وہ سامنے دیکھو وہ میخانہ رضا کا

اے طوطیٔ بستانِ ازل مجھ کو بتادے ہے کون سی فردوس میں کاشانہ رضا کا
بے چین نہ ہوں صبر کریں اہلِ عقیدت کہتا ہوں ابھی کہتا ہوں افسانہ رضا کا
اے بادِ صبا آج بچھائے ہوئے دامن آیا ہے چمن میں کوئی دیوانہ رضا کا
خود سوز ہے اور سوزِ محبت ہے میسر پھر کیسے جلے آگ میں دیوانہ رضا کا
کہتا ہے درِ خلد پہ یہ دیکھ کے رضوان جانے دو اسے یہ تو ہے دیوانہ رضا کا
خورشیدِ قیامت سے نہیں خوف مجھ کو ہے سر پہ مرے ظل کریمانہ رضا کا

ہے جام مئے عشق کا اشفاقؔ تاثر
جو پی لے خود وہ مدہوش ہے مستانہ رضا کا

بیٹھا ہوں سنانے کو میں افسانہ رضا کا دل تھام لے اپنا جو ہے دیوانہ رضا کا
اس دور میں مخصوص ہے پیمانہ رضا کا دنیا میں جسے دیکھو ہے مستانہ رضا کا
منہ لگ گیا جس مست کے پیمانہ رضا کا کب چھوڑ کے جاتا ہے وہ میخانہ رضا کا
منہ مانگی مرادیں یہاں پاتے ہیں بھکاری پھر کیوں نہ ہو دربار یہ شاہانہ رضا کا
آتے ہی چلے جاتے ہیں توحید کے پیاسے واللہ نرالا ہے یہ پیمانہ رضا کا

احقر ہیں غلاموں میں غلامانِ رضا ہوں
کہتا ہی چلا جاؤں گا افسانہ رضا کا

— ✽ —

غزل

ازجناب بیکس شاہجہان پوری

کہتا ہوا پھرتا ہے یہ مستانہ رضا کا
خم خانۂ وحدت ہے کہ میخانہ رضا کا

پوچھے کوئی اس مست سے کوثر کی حقیقت
جس نے بھی پیا شوق سے میخانہ رضا کا

چھا جاتی ہے ہر سمت ملائک کی جماعت
کہتا ہے جب عاشق کوئی افسانہ رضا کا

کچھ ایسے فسوں ساز ہیں اخلاق و محبت
رہتا ہے زباں پہ مرے افسانہ رضا کا

چھلکنے لگے محفل میں محبت کے پیالے
دیکھا جو چھلکتا ہوا پیمانہ رضا کا

غزل

ازجناب نظر صاحب سہارنپوری

بنتا ہے کیوں جلوۂ مستانہ رضا کا
ہے زینت محفل کوئی پروانہ رضا کا

اس بزم میں دیکھا جسے مدہوش ہی دیکھا
کہتا ہے نظر دیکھ کے دیوانہ رضا کا

غزل

ازجناب مقصود علی صاحب سہارنپوری

یوں کہتی ہے دنیا مجھے دیوانہ رضا کا
دن رات رٹا کرتا ہوں افسانہ رضا کا

رندوں میں تو ہے مسلک اندازِ رضا کا
اور فقر میں ہے طرزِ فقیرانہ رضا کا

پاتے ہیں شفا کے مریضانِ محبت — اکسیر سراپا ہے شفاخانہ رضا کا

ذی ہوش ہے وہ ہوش سے بیگانہ نہیں ہے — دیوانہ نہیں ہے جو دیوانہ رضا کا

دیدار سے آنکھیں تری ہو جائیں گی روشن — انوار سے تعمیر ہے کاشانہ رضا کا

وحدت کے چھلکتے ہیں شب و روز یہاں جام — دنیا سے جداگانہ ہے میخانہ رضا کا

تشبیہ نہ دو اس کو مئے ہوش ربا سے — توحید سے لبریز ہے پیمانہ رضا کا

گلزار سے مطلب ہے نہ صحرا سے تعلق — رہتا ہے صدا وجد میں دیوانہ رضا کا

دیوانہ جو پاتا ہے کسی کیف میں جس دم — پی لیتا ہے وہ دوڑ کے پیمانہ رضا کا

لے شیشہ وہ ہے اپنے مقدر کا سکندر — مل جائے جسے بزم میں پیمانہ رضا کا

کوثر کا اسے جام سمجھتا ہوں میں اے شاد
پھر کیوں نہ پیوں شوق سے پیمانہ رضا کا

غزل

از جناب فائق صاحب سکندر آبادی

فرش پہ کیا شانِ رضا دیکھ رہے ہیں — ہم عرش پہ ایوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

رتے وہ اعلیٰ کو برابر کی ہے مستی — یہ خوبیٔ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

قد میں نکیرین سے کہہ دیں گے ٹھہر دو — ہم مصحفِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

تسب و زاہد و سجادہ نشیں کو — وابستۂ دامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

زاہد تجھے ہرگز وہ دکھائی نہیں دیگی　　جو چیز غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

اس بات نے حیرت میں ہمیں ڈالدیا ہے
فائق کو ثناخوانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب مہدی حسنؒ صاحب مہدی کاٹھ گودامی

ہم عرش پہ ایوانِ رضا دیکھ رہے ہیں　　اور فرش پہ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں
زاہد تری جنت ہے تجھ کو مبارک　　ہم جلوۂ بستانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کرتا ہے ہر اک بندہ یہاں بندہ نوازی　　کیا شان ہے کیا شانِ رضا دیکھ رہے ہیں
وہ چاہیں تو ہر ذرہ کو خورشید بنا دیں　　یہ وسعتِ امکانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کہتے ہیں کہ کوزہ میں سماتا نہیں دریا　　ہم دل میں جو عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں
بیٹھے ہوئے ہیں در پہ ترے سر کو جھکائے　　ہم تری رضایانِ رضا دیکھ رہے ہیں
گلشن کے ہر اک پھول میں پتہ میں ثمر میں　　عکسِ رخِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم مہدی حسنؒ دیکھتے ہیں ان کی نگاہیں
جو عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب حکیم سید احمد صاحب احمدؔ لکھنوی

ہم عرش پہ ایوانِ رضا دیکھ رہے ہیں
اللہ یہ کیا شانِ رضا دیکھ رہے ہیں

موسیٰ کو تجلی سرِ طورِ مبارک
ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہر کافر و مومن کی طرف ایک نظر ہے
کیا عام یہ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہر حمد سزاوار ہے اللہ کو لیکن
ہر مدح کو شایانِ رضا دیکھ رہے ہیں

شاہوں کو بھی حسرت ہے کہ جھک جھک کے قدم لیں
یہ شانِ گدایانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہیں لوگ تماشائی دورِ مے و ساغر
ہم گردشِ چشمانِ رضا دیکھ رہے ہیں

یہ وسعتِ خوانِ کرم و جود و عطا ہے
کونین کو مہمانِ رضا دیکھ رہے ہیں

کیا جن و بشر سر کو جھکاتے ہیں ملک بھی
یہ سطوتِ فرمانِ رضا دیکھ رہے ہیں

جنت کے فسانے تو فقط سنتے ہیں زاہد
آنکھوں سے گلستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

درویشی و بے خویشی و تسلیم و توکل،
ہم یہ سر و سامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ان سب کو مرض ایک ہے یعنی مرضِ عشق
ہم نبضِ مریضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم شاہِ شکور آپ کے سر اک بنِ مو کو!
سرچشمۂ عرفانِ رضا دیکھ رہے ہیں

کیا طرفہ تماشا ہے کہ رضواں کو بھی احمدؔ
گلچینِ گلستانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب فیاض احمد صاحب فیاض کانپوری

ہم ہیں جو جانِ رضا دیکھ رہے ہیں! یہ شان وہی شانِ رضا دیکھ رہے ہیں
سیراب ہوں سب آج ترے فیض سے ساقی منہ ترا محبانِ رضا دیکھ رہے ہیں
دیکھی جبلِ طور پہ موسےٰ نے تجلیّ وہ آج غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

فردوسِ بریں سے مجھے کیا واسطہ فیاض
ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں

غزل

از جناب ولی اللہ صاحب ولی سکندرآبادی

کچھ سوئے فدایانِ رضا دیکھ رہے ہیں کچھ حالتِ مستانِ رضا دیکھ رہے ہیں
کچھ سمتِ غلامانِ رضا دیکھ رہے ہیں کچھ عالمِ فیضانِ رضا دیکھ رہے ہیں

ہم بزم میں یہ شانِ رضا دیکھ رہے ہیں
ہر اک میں اک آنِ رضا دیکھ رہے ہیں

قطعہ

ہر وقت ہمیں نام رضا کا ہے وظیفہ اب اس کے سوا اور نہیں کام ہمارا
ہے اپنے سے خاص یہ انعام خدا کا دنیا کی کسی شے کی نہیں ہم کو تمنا

جب دیکھا کہ انہوں کی خطاؤں کو چھپایا
اغیار بھی دامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

جب مٹ نہ سکا ہم کو گوارا غمِ فرقت !
جب ٹل نہ سکی اپنی کسی شکل میں آفت
جب اٹھ نہ سکا ہم سے دلِ بار مصیبت
تسکین جگر ہو نہ سکی جب کسی صورت
بس دل میں چھپائے ہوئے دیدار کی حسرت
ہم جانبِ دامانِ رضا دیکھ رہے ہیں

جو فیض سے معمور ہیں وہ سینکڑوں گھر ہیں
محروم کرم ہو گئے کچھ ایسے بھی بشر ہیں
انوار یہاں پیشِ نظر ہیں !
ہم محوِ جمال آٹھوں پہر شام و سحر ہیں
کیا ہیچ نگاہوں میں وہ کل شمس و قمر ہیں
ہم عارضِ تابانِ رضا دیکھ رہے ہیں :

غزل

از جناب قاضی بشیر الدین صاحب نالش سکندرآبادی

آپ کے در پر جھکی ہے جب سے پیشانی مری
ایک دنیا دیکھتی رہتی ہے تابانی مری !
اب تو یہی شغل بھی ذوق ہے لیل و نہار
سنگِ ایوانِ رضا ہے اور پیشانی مری :
زاہدِ ناداں بنا بیٹھا ہے مجنوں حور کا
مجھ کو حوریں ہی نظر آتی ہیں دیوانی مری
ہوتے ہوتے ہو گیا ہے واصلِ شاہِ رضا
بنتے بنتے بن گئی تقدیرِ لاثانی مری !

قطعہ

میرے مولا مرے آقا حضرت شاہ شکورؒ
ابتدا سے کر رہے ہیں بس نگہبانی مری

نفسِ امّارہ کے ٹکڑے کیوں نہ ہوتے پھر مرے
کیوں نہ ہوتی پھر بھلا تکمیلِ ایمانی مری

دل تو کیا ہے نذر کر دوں جان بھی ایمان بھی
کاش مقبولِ رضا ہو جائے قربانی مری

آپ کے دربار سے مجھ کو ملا ہے دردِ دل
آپ ہی فرمائیں گے سر کا درمانی مری

آگیا پھر رحم ان کو مری حالت دیکھ کر
آج تو کام آگئی میرے پشیمانی مری

بے نیازِ دولتِ دنیا کیا ہے فقر نے
اب طبیعت ہوگئی دانش فقیرانی مری

٭٭٭

غزل

از جناب صوفی محمد حسین صاحب بیادری

جو ہو خود مبتلائے دردِ دل — کیوں سنے وہ ماجرائے دردِ دل
ان کی اب مرضی ہے وہ دیں یا نہ دیں — جانتے ہیں وہ دوائے دردِ دل
ابتدا سے جان پر جب بن گئی — جانے کیا ہوا انتہائے دردِ دل
دینے والے تجھکو دینے کی قسم — کچھ نہ دینا ماسوائے دردِ دل
جب رضائے یار ہے مدِ نظر — صوفی پھر کیوں کر سنائے دردِ دل

دیگر

پلا دے آج وہ پیرِ مغاں میخانۂ مستی میں — کہ اپنے آپ سے ہو جاؤں میں بیگانۂ مستی میں
کرم پر آگیا جب ساقیِ میخانۂ مستی میں! — صبح سے شام تک چلتا رہا پیمانۂ مستی میں
کھڑے ہیں جان کی بازی لگائے تشنہ لب میکش — لٹا دے آج تو پیرِ مغاں میخانۂ مستی میں
مزا ہو حشر میں یوں ہی کہیں فرطِ محبت سے! — وہ آتا ہے وہ آتا ہے مرا دیوانۂ مستی میں

بڑھے اس درجہ کیفِ بیخودی صوفی پئے سجدہ
جہاں سر رکھ دوں بن جائے وہ جانا نمانۂ مستی میں

ترے بابِ کرم پر میں دلِ دلگیر لایا ہوں — بنانے کیلئے بگڑی ہوئی تقدیر لایا ہوں
کسی سے واسطہ کیا مجھکو اس دارِ فانی میں، — ازل سے دل میں لکھ کے میں تری تصویر لایا ہوں

دو عالم کے خزانے ہیں مرے ہاتھوں میں صوفی
کہ قسمت میں لکھا کر عشق کی جاگیر لایا ہوں!

غزل

از جناب صوفی صاحب بیاوری

دیکھنا ہے ہمیں انجام تصور کیا ہے
دل میں ہم یار کی تصویر لئے بیٹھے ہیں

کیف دمستی کیلئے شیشہ و ساغر میں عبث
مست آنکھوں میں وہ تاثیر لئے بیٹھے ہیں

تو ہی مختار ہے بگڑی کے بنانے والے
ہم تو در پر ترے تقدیر لئے بیٹھے ہیں

دیگر

دھوم عالم میں ہے ساقی ترے مستانوں کی
شان نظر دیکھنے گری جاتی ہے میخانوں کی

سامنے مست نگاہوں کے ترے اے ساقی
کچھ حقیقت ہے نہ شیشوں کی نہ پیمانوں کی

لب پہ ہو ذکر ترا دل میں محبت تیری
یہی پہچان ہے اے جان ترے دیوانوں کی

دیگر

میسر ہے ہم کو محبت رضا کی
کرم ہے خدا کا عنایت خدا کی

انہیں لاج خود میرے عصیاں کی ہو گی
مجھے ڈھونڈ لے گی شفاعت رضا کی

بس ایسا مقدر مقدر ہے بیشک
میسر ہو اطاعت رضا کی

در شاہ عبدالشکور اور صوفی!
کہوں اس کو قسمت کہ راحت رضا کی

ہے دلکش حسنِ جانانہ رضا کا — جسے دیکھو ہے دیوانہ رضا کا
مقدر میں ہو جس کے خوب پی لے — کھُلا ہے اب بھی میخانہ رضا کا
ابھی میں نقدِ جاں ہی نذر کر دوں — کوئی کہہ دے جو دیوانہ رضا کا
مجھے تو یہ ہی درد کافی ہیں صوفیؔ
درِ دربارِ شاہانہ رضا کا

غزل

از جناب محمد معین صاحب صوفیؔ بیادری

اک جہاں آپ پہ قرباں ہے اللہ اللہ! — صدقے صوفیؔ کا بھی ایماں ہے اللہ اللہ!
سخت دشوار ہے مشکل ہے رسائی ان تک — ان کا ملنا کوئی آسان ہے اللہ اللہ!
کرتا ہے مصحفِ عارض کی تلاوت ہر دم — دل مرا حافظِ قرآن ہے اللہ اللہ!
گفتگو ان سے تصور میں ہو یا دیدِ جمال — زندگی کا یہی سامان ہے اللہ اللہ!
خاک ہو کر بسِ مردن بھی ترے در پہ ہوں — دل میں باقی یہی ارمان ہے اللہ اللہ!
اتنی مستی پہ بھی رکھتے ہیں خبر عالم کی! — ترے مستوں کی عجب شان ہے اللہ اللہ!
دیدِ جاناں ہے میسر مجھے صوفیؔ ہر دم
یار کا مجھ پہ یہ احسان ہے اللہ اللہ!

غزل (الابگیہ)

کہاں میں کہاں تیرا در اللہ اللہ — کہ ہے مرا سجدے میں سر اللہ اللہ!
ابھی مری بن جائے مدت کی بگڑی — جو ہو جائے تیری نظر اللہ اللہ!
پڑی جس پہ وہ دونوں عالم کو بھولا — نظر ابھی جا دو نظر اللہ اللہ
کرم ہے ترا یا مقدر کا لکھا! — مجھے مل گیا تیرا در اللہ اللہ!

دیگر

یوں تو دنیا میں حسیں لاکھوں ہیں اے بندہ نواز
ساری تصویروں میں ہے تصویر پیاری آپ کی
بند آنکھیں یوں تصور میں کیا کرتا ہوں!
گفتگو پردے میں ہو ہر دم ہماری آپ کی!

دیگر

تمہارے حسن کی خوبی نہ سمجھی — خطا تھی سب ہماری ہی نظر کی
مجازی شکل میں پردہ نشیں ہے — حقیقت کیا کوئی جانے بشر کی
نمازِ عشق میں وہ محویت ہے — نہ سجدے کی خبر ہے اور نہ سر کی
سراپا کہے کیا ان کے صوفی
خدا کی شان ہے صورت بشر کی

غزل

از جناب صوفی صاحب بادری

عجب انداز سے ساقی ترا مستانہ آتا ہے ۔۔۔ کہ جسکو دیکھ کر گردش میں ہر پیمانہ آتا ہے
وہ میکش ہوں چلا جسدم خیال میکشی لیکر ۔۔۔ تو مری پیشوائی کے لئے میخانہ آتا ہے
نمازِ عشق کا اللہ اکبر مری کیا کہنا! ۔۔۔ جہاں کرتا ہوں میں سجدہ درِ جانانہ آتا ہے

دیگر

کبر زیبا ہے کبریا کے لئے ۔۔۔ بندگی بندۂ خدا کے لئے
اہل دنیا کیواسطے دنیا ۔۔۔ حورِ جنت ہے پارسا کے لئے
جبہ سائی درِ شکور کی ہے ۔۔۔ ہم تو پیدا ہوئے رضا کے لئے
بندگی کے مزے تصور میں؟ ۔۔۔ مرے دل نے چھپا چھپا کے لئے

دیگر

یہ مے نہیں درپردہ ساقی کا تصرف ہے ۔۔۔ اک قطرہ جسے دے دی مستانہ بنا ڈالا
قربان کروں سو جان اس شوخ تجلی پہ ۔۔۔ ہر ذرۂ دل جس نے کاشانہ بنا ڈالا

تا حشر رہے قائم جادو نظری صوفی
دنیا سے تجھے جس نے بیگانہ بنا ڈالا

دیگر

دل ہوا شیدا احسانِ پیر کا — یہ بھی لکھا تھا مری تقدیر کا
غور سے دیکھا تو یہ سارا جہاں — اک نمونہ ہے تری تقدیر کا
ان کے در پہ ہو گیا سجدہ قبول — ہو گیا پورا لکھا تقدیر کا
ہے منور چہرا اے صوفی ترا
عکس پڑتا ہے کسی تنویر کا

منقبت

شاکر ہوں میں تو خواجہ عبدالشکور کا
نزدیک جن سے مل گئے تھا رستہ دور کا
مے خانہ اک خزانہ ہے کیف و سرور کا
ساقی کی آنکھ جامِ شرابِ طہور کا
مانا ضرور بحرِ حقیقت ہے بے کراں
لیکن سکھلاتے ہیں وہ طریقہ عبور کا
مشکل وظیفہ اک بھی نہیں ان کے درس میں
پہلا سبق وہ دیتے ہیں شرحِ صدر کا
ارواح سب حیات ہیں کر ان سے گفتگو

ساماں عبث ہوا ہے تو کشفِ قبور کا
اثبات و محو کل ہے عمل جملہ کائنات
ہر سانس اک مظاہرہ ہے نفخ صور کا
سیرِ عروج وطی مقامات راہِ عشق،
لمحوں میں کام ہوگا سنین و شہور کا
یہ گھمٹ پہ ان کی اپنی جبین کو جھکا کے دیکھ
نظارہ آشکار ہے مستور صور کا
بحرِ کرم کی موج میں بہ جائیں گے گناہ
اقرار کر کے دیکھ تو اپنے قصور کا،
بیمار ہو کے در پہ قمر بھی آ پڑا،
للہ ہو علاجِ دلِ ناصبور کا

—★—★—★—★—★—

۷۸۶

سیّدنا حضرت شاہ نبی رضا قدس سرہٗ العزیز
کے
مختصر حالاتِ زندگی

ولادت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ بروز دوشنبہ بمقام قصبہ بھیسوڑی ریاست رام پور پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولوی محمد محسن رضا خاں صاحب اس قصبہ کے ممتاز رؤسا میں تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت محمد حیات، خانصاحب رئیس اعظم قصبہ داتا گنج ضلع بدایوں کی دختر نیک اختر تھیں۔ والد ماجد کی وفات ۲۱ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ کو اور والدہ محترمہ کی رحلت بعمر ۸۰ سال ۲۶ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ کو ہوئی۔

بچپن ۴ سال ۳ ماہ کی عمر میں رسم بسم اللہ ادا ہوئی۔ اور سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔ قرآن شریف مع قرأت آپ نے بہت جلد پڑھ لیا۔

اس کے بعد علوم متداولہ عربی، فارسی، ریاضی، تاریخ وغیرہ کی تعلیم

پائی۔ آپ کے اساتذہ میں مولوی جمشید خان مولوی محمد حسین صاحب اور ولایتی میاں صاحب قابل ذکر ہیں۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ کو ورزش جسمانی کا شوق ہوا۔ اور باقاعدہ پہلوانی کا فن حاصل کیا۔ سن شعور پختہ اور جسم قوی ہوگیا۔ تو آپ نے سیکنڈ رجمنٹ بنگال لانسر زمین ملازمت کر لی اور کچھ عرصہ کے بعد نواب صاحب ڈھاکہ نے آپ کو اپنی مصاحبت میں لے لیا۔ سے

پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

بیعت بزمانہ مصاحبت فخر العارفین سیدنا حضرت شاہ محمد عبدالحی صاحب اسلام آبادی چاٹگامی کے دست حق پرست پر بمقام ڈھاکہ بیعت فرمائی اور ایک سال کے بعد مصاحبت ترک کرکے ریاضات و عبادات کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔

خلافت چند سال ریاضت شاقہ کرنے کے بعد حضرت مخدوم عالم شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر آپ کو خلعت خلافت عطا ہوا۔

سکونت نصیر آباد عطائے خلافت کے بعد آپ کچھ مدت اجمیر شریف رہے۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ عالیہ سے فیض حاصل کیا اور پھر ہی

دوران میں وہاں سے اجمیر شریف اور نصیر آباد میں مریدوں کا رجوع بکثرت ہوا۔ بعد میں جو آپ کے خلفاء اور بندگان سلسلہ کے ذریعہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس کے بعد آپ کا قیام مستقل لکھنؤ میں رہا۔

حلیہ شریف دراز قد، ورزشی جسم، گول چہرہ آفتابی۔ فراخ پیشانی۔ رنگ صبیح۔ سامنے کے دانتوں میں قدرے خلا۔ دانت بڑے۔ سینہ اور شانوں پر بال۔ ریش مبارک گھنی اور گول خوب بھری ہوئی۔ سینہ مبارک ۴۰ انچ چوڑا۔ آواز بلند باوقار۔ موئے سر تا بہ شانہ۔ وضع سادہ۔ باتیں بے ساختہ و بے تکلف۔

لباس سر پر گول کلاہ غوثیہ پنجگوشیہ جو اکثر چکن کی ہوتی تھیں کرتا سفید اور تہبند سفید رنگ زیادہ مرغوب تھا نعلین سلیم شاہی یا گرگابی۔

مذہب آپ سنی حنفی تھے اور مریدوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرماتے تھے۔

کرامات آپ سے سینکڑوں کرامات اور خرق عادات کا ظہور ہوا۔ آپ مرتبہ غوثیت پر ممتاز تھے۔ فخر العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو لکھنؤ کا شاہِ ولایت بھی فرمایا۔

خلفاء آپ کے بعض خلفاء خاص

حضرت مولانا محمد عبدالشکور شاہ لکھنوی۔

حضرت سید احمد شاہ صاحب باشندہ نگریا سادات

حضرت حافظ احمد علی شاہ صاحب لکھنؤ، حضرت مولانا عبد الحمید شاہ صاحب لکھنؤ

حضرت سخاوت حسین شاہ صاحب ساکنہ قصبہ بھینسوڑی

حضرت میر سید غلام نبی شاہ صاحب

حضرت میر سید حافظ محمد اسماعیل شاہ صاحب بریلوی وغیرہ

ملفوظات مختلف موضوعات طریقت و شریعت آپ کے بیشمار ہیں۔ جو انشاء اللہ کسی فرصت میں نذرِ ناظرین کئے جائیں گے۔

وفات حضرت شاہ صاحب وفات سے ڈیڑھ مہینہ پہلے اپنے مولد و مسکن قصبہ بھینسوڑی میں تشریف لے آئے تھے اور اس وقت آپ کو کھانسی اور زکام کی شکایت تھی۔ لکھنؤ میں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ جس میں شرکت فرمانے کی غرض سے آپ نے لکھنؤ کا قصد فرمایا۔ خدام نے ناسازی طبع کی وجہ سے سفر کرنے سے روکا بھی مگر آپ نہ مانے۔ اس مرتبہ لکھنؤ پہنچ کر آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ روزانہ مسجد کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ اور فاتحہ کے بعد مسجد کے قریب جہاں آپ کا مزار مبارک ہے کیلے کے درختوں کے سائے کے نیچے بیٹھ جاتے اور مصاحبین سے فرماتے کہ یہ جگہ ہمیں بے حد مرغوب ہے یہاں کی مٹی میں خوشبو آتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں اپنا مکان بنائیں۔ آپ اجمیر شریف اور نصیر آباد کے سفر پر روانہ ہونے والے تھے۔ کہ بیمار ہو گیا۔ جو روز بروز بڑھتا گیا۔ آخر راہ سفر ملتوی کر دیا اور فرمایا کہ حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ، ہم کو جانے

نہیں دیتے ہیں سینہ مبارک میں درد ہونے لگا۔ علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا
۲۲ ربیع الاول کو بروز جمعۃ المبارک بخار میں کمی ہو گئی۔ اور آپ نے نماز جمعہ
باجماعت ادا کی۔ مگر اس کے بعد پھر بخار شدت اختیار کر گیا۔ شنبہ
کے روز آپ نے علالت کا تار گھر پر بھجوایا۔

طبیعت بگڑتی ہی گئی اور آخر بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۴ ربیع الاول
۱۳۴۹ھ ساڑھے دس بجے دن کے وقت آپ نے انگشت شہادت اٹھا کر
آسمان کیطرف اشارہ کیا اور روح پاک اعلیٰ علیین کی طرف مراجعت کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جس مقام کو آپ نے پسند فرمایا تھا جسد مبارک وہیں سپرد خاک کیا گیا

آپ کا سالانہ عرس

۲۱ ربیع الاول سے ۲۵ ربیع الاول تک ہوتا ہے۔

قطعہ

وصال مکرمت مآل

حضرت سیّدی مولائی شاہ نبی رضا قدس اللہ سرہ العزیز

از نتیجۂ فکر

میر قائل لکھنوی خادم بارگاہ عالی مصنّف کتاب ہذا

وہ خضر راہِ طریقت وہ رہبرِ منزل
وہ رہنما ہیں ہمارے رہ رضا کے لئے

وہ نوح بحرِ حقیقت وہ ناخدائے ولا
رضا ہیں نوح مگر کشتی رضا کے لئے

کلیم طور رضا ہیں جناب شاہ رضا
ہیں رشکِ عیسٰے مریم فنا بقا کے لئے

اس آستاں پہ جو آیا بھٹک نہیں سکتا
یہ شاہراہ کھلی ہے رہ ہُدے کے لیے

درِ کرم سے تو خالی نہیں گیا کوئی
یہ در عطا کیلئے ہے یہ در سخا کے لئے

★

میں سن رہا ہوں حورانِ خلد میں چرچے
رضا نبی کے بنے ہیں نبی رضا کے لئے

★

یہ کس کے واسطے جنت سجائی جاتی ہے
رضا پکار اٹھی حضرت رضا کے لئے

وفورِ نور سے چشمِ ملک بھی خیرہ ہوئیں
بڑھا جو جلوہ نورِ خدا رضا کے لئے

★

وہ ساڑھے دس بجے دن کے بروز یکشنبہ
کہ جب حضور بڑھے جادہ بقا کے لئے

★

ربیع اولے کی جو بیسویں تھی وہ تاریخ
کہ باب خلد کھلا حضرتِ رضا کے لئے

لکھوں میں مصرعۂ تاریخ جھوم کر قاتل!
ہوا ہے لطف چلے یا نبی رضا کے لئے

۲۹ ھ ۱۳